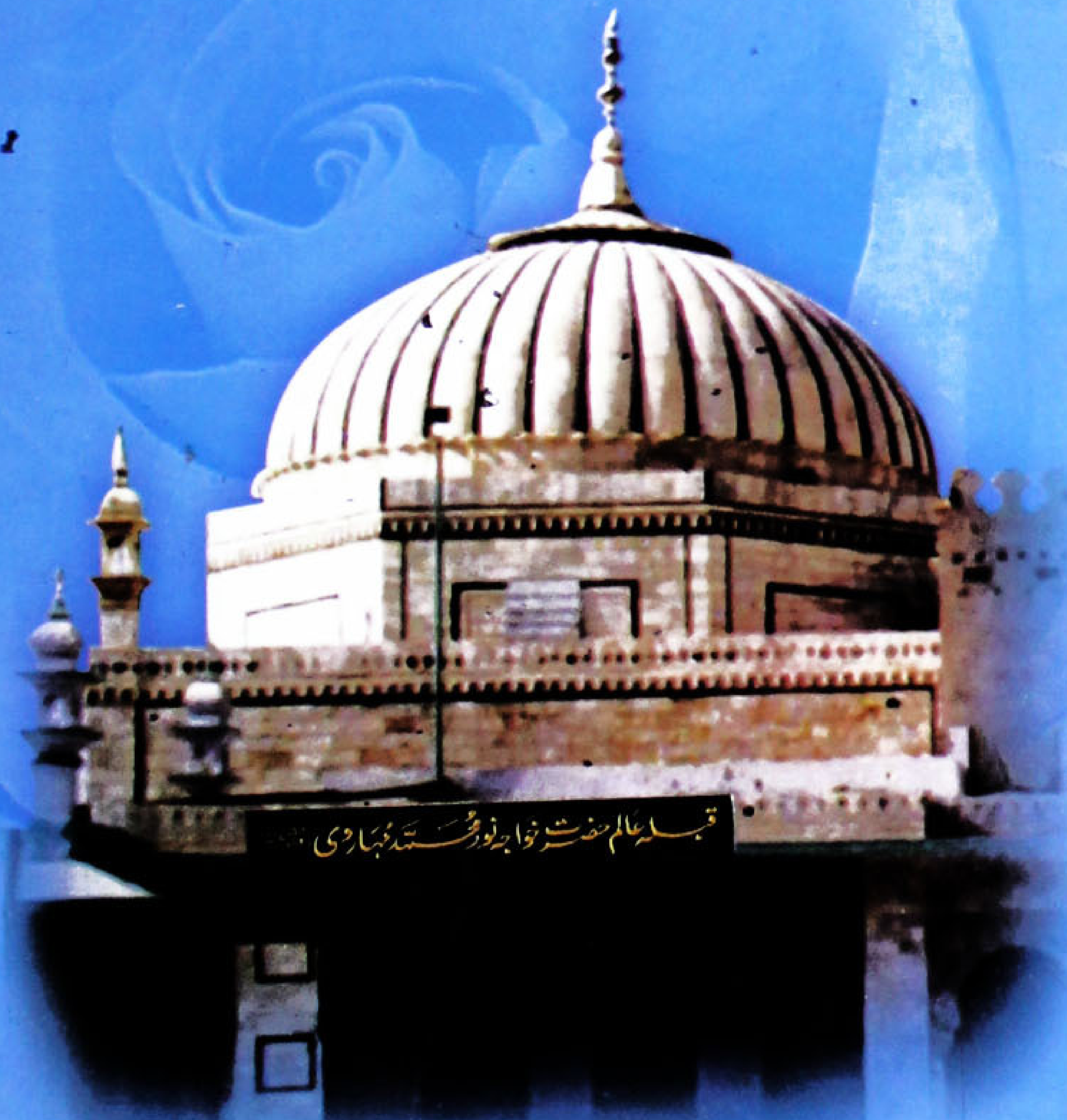
قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی حالات زندگی پر خوبصورت تذکرہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

حالات و واقعات



مفتی محمد اقبال کھرل

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور



حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی حالات زندگی پر خوبصورت تذکرہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

حالات و واقعات

تالیف:
مفتی محمد اقبال کھرل

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mob: 0300-4477371

نام کتاب: حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ
تحقیق و تالیف: مفتی محمد اقبال کھرل
پبلشرز: اکبر بک سیلرز
تعداد: 600
قیمت: 150روپے

ملنے کا پتہ
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mob: 0300-4477371

انتساب بنام

عزت مآب جناب محمد جاوید اقبال اعوان

سابقہ سیکریٹری محکمۂ اوقاف

جو کہ منافقت بھرے معاشرہ میں سچائی اور خلوص کے پیکر اور پریشان دلوں کی یقینی ڈھارس ہیں۔

کلامِ خسرو

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اُن کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر لکھا اور اپنی بے بسی و بے کسی کا اظہار کیا۔

ز حالِ مسکیں، مکن تغافل، درائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تاب ہجراں نہ دارم اے جاں، نہ لیہو کا ہے لگائے چھتیاں

شبان ہجراں دراز چوں زلف، و روز وصلت چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں، تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

یکا یک از دل دوچشم جادو، بصد فریبم ببر و تسکیں
کسے پڑی ہے جو جا سُنائے، ہمارے پی کو ہماری بتیاں

چوں شمع سوزاں چوں ذرہ حیراں ز مہر آں صد بگشتم آخر
نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں، نہ آپ آئیں نہ بھیجیں پتیاں

بحق روز وصال دلبر کہ داد مارا فریب خسرو
سپت من کے درائے راکھوں جو جائے پاؤں پیا کی کھتیاں



حُسنِ ترتیب



عرض ناشر

محترم قارئین کرام!

سلام مسنون، آپ کی خدمت عالیہ میں ادارہ ایک نہایت ہی جلیل القدر اور کامل روحانی شخصیت کی سیرتِ مقدسہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

ایک عرصہ سے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مقدسہ کی طلب اور تشنگی محسوس کی جارہی تھی۔ ہماری اس پریشانی کو دورِ جدید کے عظیم محقق اور بے مثل خطیب حضرت مفتی محمد اقبال کھرل' خطیب دربار میاں مہر صاحب نے دور فرمایا۔

مفتی صاحب ایک معروف ترین شخصیت ہیں مگر آپ نے کمال مہربانی فرمائی اور اس کتاب کو تحریر فرمایا۔ ادارہ حضرت مفتی صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

اپنی بساط کے مطابق ہم نے اس کتاب کی کمپوزنگ وغیرہ پر بہت دھیان

دیا ہے اور اگر اس کے باوجود بتقاضائے بشریت کوئی غلطی رہ جائے تو ازراہ کرم ہمیں ضرور مطلع کیجئے گا تاکہ آئندہ اشاعت میں درستگی کی جائے۔ ادارہ آپ کا مشکور ہوگا۔

طالب دُعا

محمد اکبر

مُناجات

☆ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

من بندہ شرمسارم تو رحم کن رحیما
در فسق بے شمارم تو رحم کن رحیما

اندر سرائے فانی، کردم گناہ تو دانی
درماندہ را بخوانی، تو رحم کن رحیما

شرمندہ رُوئے زردم، جرم عظیم کردم
خود رابتو سُپردم، تو رحم کن رحیما

غیبت، دروغ گفتم، غافل بسے بخفتم
توبہ بسے شکستم، تو رحم کن رحیما

در وقت نزع جانم، گویا بکن زبانم
تاکلمہ را بخوانم، تو رحم کن رحیما

از تن رود چو جانم، بستہ شود زبانم
بے چارہ چوں بجانم، تو رحم کن رحیما

یارب! بحق مرداں، گورم فراخ گرداں
از فضل تا قیامت، تو رحم کن رحیما

یارب! گنہ گارم، پرعیب و شرمسارم
جز تو کسے ندارم، تو رحم کن رحیما

عمرم گذشت باطل، کردم گناہ حاصل
برایں فقیر غافل، تو رحم کن رحیما

من سعدیؔ گدائم، بردین مصطفائم
ہر دم ہمیں بخوانم، تو رحم کن رحیما

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

☆ ادیب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

آج اشک میرے نعت سنائیں تو عجب کیا
سن کر وہ مجھے پاس بلائیں تو عجب کیا

دیدار کے قابل تو کہاں' میری نظر ہے
لیکن وہ کبھی خواب میں آئیں' تو عجب کیا

ان پر تو گناہگار کا سب حال کھلا ہے
اس پر بھی وہ دامن میں چھپائیں' تو عجب کیا

حاصل جنہیں آقا کی غلامی کا شرف ہے
ٹھوکر سے وہ مُردوں کو جلائیں' تو عجب کیا

منہ ڈھانپ کے رکھنا کہ گناہگار بہت ہوں
میت کو میری دیکھنے آئیں' تو عجب کیا

نہ زادِ سفر ہے نہ کوئی کام بھلے ہیں
لیکن مجھے سرکار بلائیں' تو عجب کیا

وہ حسنِ دوعالم ہیں' ادیبؔ ان کے کرم سے
صحرا میں اگر پھول کھل آئیں' تو عجب کیا



تقریظ لطیف

الحمد للّٰہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام
علیک سید المرسلین وخاتم النبیین

امابعد بلاشبہ خطۂ پنجاب میں دین متین کی تبلیغ و ترویج کا سہرا نبی کریم ﷺ کے سفیروں یعنی اولیائے کرام رحمہم اللہ نے بڑے ہی احسن طریقہ سے سرانجام دیا جو کام بڑی سے بڑی فوج جو کہ ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہو وہ بھی نہیں کرسکتی وہ کام بڑی آسانی سے ہمارے بزرگوں نے سرانجام دیا۔ ملک ہندوستان میں جہاں ہر طرف ہی کفر کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے وہاں ہمارے بزرگوں نے ایمان کی قندیلیں اس طرح روشن کیں کہ ان کی ضیاء پاشیاں تاقیامت جلوہ فگن رہیں گی۔

یہ کتاب اپنے وقت کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ اقدس پر ایک منفرد کاوش ہے اور اس کتاب کو بعد از تحقیق و جستجو تحریر کرنے کا سہرا جناب صاحبزادہ مفتی محمد اقبال کھرل مدظلہٗ العالی کے سر ہے

آپ کا نسبی تعلق بھی حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔

فقیر کی شناسائی موصوف کے ساتھ ایک عرصہ سے ہے اور محبت و الفت کا رشتہ یقیناً مضبوط بنیادوں پر استوار ہے۔ بندۂ ناچیز کی عادت ہے کہ وہ غلط کو غلط اور درست کو درست کہنے میں کوتاہی نہیں برتتا مگر جہاں تک مفتی صاحب قبلہ کی ذاتِ شریفہ کی بات ہے تو غلط بات دکھائی ہی نہیں دیتی بجز اس کے کہ آپ میں ابھی تک وہ منافقت نظر نہیں آئی جو کہ آج کل عام ہو چکی ہے۔

عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ جو بھی خطیب کسی بڑے دربار سے منسلک ہو جاتا ہے وہ روزِ اول سے ہی چندہ کے نام پر اپنے پاس آنے والوں سے موٹی موٹی رقمیں بٹورنا شروع کر دیتا ہے مگر آپ نے اس کام کو ہر طرح سے معیوب گردانا ہے اور اس کا برملا اظہار بھی گاہے بہ گاہے فرمایا ہے ایک اور بات جس نے مجھے ان کا گرویدہ کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ دوران تقریر پھینکے جانے والے روپوں کو طوائفوں اور ہیجڑوں پر پھینکے جانے والے روپوں یعنی ''ویلوں'' سے تشبیہ دیتے ہیں۔

فی زمانہ ہمارے ہاں اس کا بہت زیادہ رواج ہے اور بسا اوقات ہمارے خطیب حضرات اپنے ساتھ چند مصاحب بھی رکھتے ہیں کہ جو ان کی تقریر کے دوران روپے لٹاتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسروں کو بھی مجبوراً روپے لٹانا پڑتے ہیں پھر یہ ایک ایسی مقابلہ بازی بن جاتی ہے کہ جس میں کوئی بھی ہار ماننے کے واسطہ تیار نہیں ہوتا اور اس میں فائدہ سراسر

خطیب کا ہی ہوتا ہے مفتی صاحب قبلہ نے اول دن سے ہی اس عمل کی مخالفت کی اور تا حال اسی پر قائم ہیں۔

آپ کا تعلق محکمہ اوقاف کے ساتھ ۱۹۹۶ء سے ہے جب آپ جامع مسجد دالگراں چوک میں بطور خطیب تعینات ہوئے اور آپ کی تعیناتی مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کی جگہ عمل میں آئی۔ آپ نے یہاں کچھ عرصہ خطابت کے جوہر دکھائے اور یہاں سے آپ کی تعیناتی دربار حضرت میاں میر سرکار رحمۃ اللہ علیہ میں ہوگئی جہاں سے آپ کچھ عرصہ بعد مسجد و دربار حضرت ملک احمد ایاز' چوک رنگ محل میں تعینات ہوگئے اور یہاں ایک زمانہ آپ کا والہ وشیدا ہوگیا۔

یہاں سے کچھ عرصہ بعد آپ کی گوناگوں خصوصیات اور قابلیت کے پیش نظر آپ کا تقرر تاریخی بادشاہی مسجد میں بطور مبلغ ہوا جہاں ڈھائی تین سو کے قریب غیر مسلموں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہاں آپ نے تین چار برس کے لگ بھگ فرائض منصبی سرانجام دیئے اور پھر حسب روایت حاسدوں کی ایک مکروہ ترین سازش کا شکار ہو کر کچھ عرصہ بہت ہی پریشان کن صورتِ حال سے دوچار رہے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے روحانی امداد کی اور حاسدوں کو منہ کی کھانا پڑی۔

بزرگوں کی خدمت کرنے والے مفتی صاحب قبلہ کو بزرگوں نے فیضِ خصوصی سے نوازا اور آپ کو دربار حضرت میاں میر سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت کی ذمہ داری سونپ دی گئی اور حاسد اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ آپ کی خطابت میں وہ بات ہے جو کسی اور میں نہیں۔ آپ کی خطابت گویا

سچ اور حقائق کا مرقع ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے اور موسموں کی پرواہ کئے بغیر بروز جمعۃ المبارک کو دربار حضرت میاں میر سرکار رحمۃ اللہ علیہ کھنچے چلے آتے ہیں۔

دورانِ خطاب آپ ان باتوں کو بھی کھول کھول کر بیان فرما دیتے ہیں جو کہ عام خطیب حضرات بطورِ مصلحت بیان ہی نہیں کرتے اور معاشرہ میں پھیلی برائیوں کو آپ برملا تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور حتی المقدور ان برائیوں کے تدارک کے لئے عوام الناس میں شعور پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک اور بات بھی بڑی ہی قابل ذکر ہے کہ آپ کا خطاب سننے والوں میں اکثر اوقات بہت ہی تعلیم یافتہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور جھومتے نظر آتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ موصوف کی عمر دراز فرمائے اور آپ کی دینی اور دنیاوی مشکلات کو حل فرمائے اور آپ کو صحت کاملہ صدقۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔

خاکپائے از سگِ سگانِ کوئے مدینہ

سیّد ارتضیٰ علی کرمانی عفی عنہ



دیباچہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین

الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم الامین

امابعد! بلاشبہ تمام تر تعریف وتوصیف اسی خالق و مالک کو زیبا ہے جو کہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کے احسانات کا اندازہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ ہم اس قادر مطلق کا شکرادا کرتے ہیں کہ جس نے ہمیں تندرست پیدا فرمایا اور تندرستی وعزت وتکریم عطا فرمائی۔

اللہ رب العزت کے بے پایاں احسانات میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیں دین اسلام کے ماننے والوں کے گھر میں پیدا فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابۂ کرام کہلاتے ہیں جن کی بہت بڑی شان ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد دین متین کی تبلیغ وترویج کا مشن صوفیائے کرام نے بہت خوبی کے ساتھ نبھایا۔ زیر نظر کتاب بہت ہی مشہور و معروف

روحانی شخصیت یعنی حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مقدسہ پر مشتمل کتاب ہے۔

اگر ایک طرف مسلمان حکمران اور مسلمان سپہ سالار ہندوستان پر حکومت کرنے میں مصروف تھے تو دوسری طرف صوفیائے کرام اس ملک کے عوام کو بداعتقادی اور بداعمالیوں سے تائب کروا رہے تھے جو کام ان خرقہ پوشوں نے بلاجبر و کراہ اور بغیر کسی ہتھیار کے کیا وہ یقیناً ایک بہت بڑی اور منظم فوج بھی نہیں کر سکتی ان صوفیائے کرام نے اپنی خوش گفتاری اور معاملہ فہمی سے غیر مذہب کے لوگوں کے دلوں میں گویا گھر کر لئے اور ان لوگوں نے بعد ازاں دین اسلام قبول کر کے پھیلانے میں بڑا ہی اہم کردار ادا کیا۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ جس دور میں پیدا ہوئے وہ دور یقیناً اہل اسلام کے لئے بہت ہی پُرآشوب دور تھا۔ دہلی میں مرکزی حکومت نہایت ہی کمزور ہو چکی تھی جبکہ خطۂ پنجاب کا شائد ہی کوئی حصہ جنگ و جدل کا شکار ہونے سے بچا ہو۔

اس دور میں سکھوں نے مسلمان آبادیوں کے خلاف بہت سفاکانہ طرز عمل اختیار کیا ہوا تھا۔ ان کی سرکوبی احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ جیسے افغان حکمرانوں نے تو کی مگر جونہی یہ سردار واپس افغانستان چلے جاتے سکھوں کی خون ریزیاں دوبارہ شروع ہو جاتیں یہاں تک کہ آخرِ کار پنجاب پر سکھوں کی حکومت قائم ہوگئی ان خون ریز جنگوں میں سکھوں نے امن پسند مسلمانوں کو اجتماعی طور پر شہید کیا اور بڑی ہی بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔

جب پنجاب پر سکھوں کی عملاً حکومت قائم ہوگئی تو سکھوں نے اکثر

جگہوں پر صوفیائے کرام کے مزارات کو منہدم کروا دیا جیسا کہ شہر لاہور میں رنجیت سنگھ نے قطب الدین ایبک کے مزار کو مسمار کروا دیا اور اس پر ایک مکان بھی تعمیر کرنے کا حکم دے دیا۔

اس پُرآشوب دور میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش سنبھالا اور ان عوامل کی طرف توجہ مرکوز کی جن پر عمل کر کے اہل اسلام اپنی عزت نفس کو محفوظ کر سکتے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کی تربیت اس انداز میں کرنا شروع کی کہ وہ نہ صرف علوم حاصل کریں بلکہ جہاد کی طرف بھی ان کی توجہ مرکوز کروائی۔

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ سکھوں نے اس دو رمیں مسلمان آبادیوں کو کس طرح ظالمانہ طریقے سے تاخت و تاراج کیا۔ عورتوں کو اپنے ساتھ لے جاتے اور عورتوں کے پیٹ خنجروں اور تلواروں سے چاک کر کے تڑپتے ہوئے بچوں کو نیزوں کی انیوں پر اچھالتے۔ عورتیں یہ دلخراش مناظر دیکھتے دیکھتے مر جاتیں اور جو زندہ ہوتیں وہ ان کے ہر حکم پر بلاچون و چرا عمل کرتیں۔

جس بے دردی سے سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام پنجاب میں کیا اس کی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ اسی وجہ سے لوگ جوق در جوق حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں کھنچے چلے آتے تھے۔ انہیں نہ صرف یہ کہ یہاں سر چھپانے کی جگہ میسر ہو جاتی تھی بلکہ ان کی عزتیں بھی یہاں محفوظ ہو جاتی تھیں اور یہی نہیں بلکہ وہ یہاں علم بھی حاصل کر لیتے تھے۔

سکھوں کے بے تحاشا مظالم کو برداشت کرتے کرتے مسلمان یقیناً

عاجز آچکے تھے یہی وجہ ہے کہ جب انگریزوں نے پنجاب پر اپنی حکومت قائم کی عوام الناس نے اس کا خیر مقدم کیا کیونکہ انگریزوں نے یہاں کے مسلمانوں پر اس طرح کے مظالم نہیں توڑے جس طرح کی مثالیں سکھوں کے درندہ صفت سپاہیوں اور سالاروں نے رقم کی تھیں۔

سکھوں کے دور میں پورے پنجاب میں کوئی بھی راہگور یعنی سڑک محفوظ نہ تھی یا یوں کہہ لیجئے کہ مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ بھی محفوظ نہ تھی۔ سکھوں کو جب معلوم ہوتا کہ کسی مسلمان کی سواری آرہی ہے تو وہ مسلمانوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں بڑی سرگرمی دکھاتے اور یہ سبق انہوں نے اپنے گرو گوبند سنگھ اور بندہ سنگھ بیراگی سے حاصل کئے تھے۔

رنجیت سنگھ نے جب پنجاب پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا تو اس نے لاہور کو اپنا پایۂ تخت بنایا اور سب سے پہلے اس نے مسلمانوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ یعنی بادشاہی مسجد کے صحن میں گھوڑے باندھنے کا حکم دیا اور اس طرح اپنی مسلمان رعایا کو ذلیل کیا۔ دوسرے لفظوں میں اس نے مسلمانوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ کو اصطبل میں تبدیل کر دیا۔ تقسیم ہند کے بعد تقریباً پورے مشرقی پنجاب میں سکھوں نے مساجد اور مزارات مقدسہ کو تباہ و برباد کر دیا۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفائے عظام کو بھی یہی تربیت دی اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جہاں مسلمانوں کو علوم سے آشنا کریں وہیں انہیں بہادری و دلیری کا درس دیں کیونکہ بزدلی سے بڑی کوئی بھی آفت نہیں ہوا کرتی۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفۂ خاص حضرت خواجہ

حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام باتوں سے متصف تھے جو کہ ایک عالم باعمل میں ہونا چاہیں۔ آپ نا صرف یہ کہ ایک حافظ قرآن تھے بلکہ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے اور آپ ایک دلیر اور بہادر مجاہد بھی تھے۔ آپ خاص طور پر تیر اندازی میں بہت مہارت رکھتے تھے آپ نے بھی سکھوں کے خلاف کئی ایک مہمات میں دادِ شجاعت دی۔

صوفیائے کرام نے بلاشبہ دین اسلام کو خطۂ برصغیر پاک و ہند میں مضبوط و مستحکم کرنے میں لازوال کردار ادا کیا اور ایسی حکومتیں قائم کیں کہ جن کی بازگشت بادشاہوں کے محلات میں بھی سنائی دیتی تھی۔ بادشاہوں نے ان خرقۂ پوش فقیروں کی قدم بوسی کو اپنے لئے باعث افتخار خیال کیا اور خود چل کر ان کی خدمت میں حاضری دینا اپنے لئے ایک اعزاز خیال کیا۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ چشتیہ کی بہترین انداز میں آبیاری کی اور اس کو خصوصاً پورے پنجاب میں پہنچا دیا۔ اہل پنجاب یقیناً حضرت خواجہ کے احسان مند ہیں۔ آپ نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی بے پناہ سادگی سے عوام الناس کے دل موہ لئے اور آپ ہی کی سمت ان کی نگاہیں اٹھنے لگیں۔

آپ وہ عظیم الشان بزرگ ہیں کہ جن کے خلفاء نے اپنے اپنے علاقوں میں سلسلۂ چشتیہ کا نام حد درجہ روشن کیا اور اپنی پہچان بھی پیدا کی۔ ان میں سے دو بزرگوں کے خانوادے وسلاسل قائم و دائم ہیں یعنی حضرت خواجہ محمد سلمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ جن کا آستانہ عالیہ تونسہ شریف میں موجود ہے اور حد درجہ شہرت کا حامل ہے۔ آپ کے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حد درجہ شہرت حاصل کی۔

اسی طرح حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور خلیفۂ خاص حضرت قاضی محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ نے چاچڑاں شریف میں خانقاہ و مدرسہ قائم کیا اور دین کی بھی اور سلسلہ کی بھی خوب خدمت کی۔ آپ ہی کے خانوادہ سے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے بے حد شہرت حاصل کی۔

ہمیں یقین ہے کہ ہماری یہ کاوش ہمارے قارئین کرام کو ضرور پسند آئے گی اور ان کی اصلاح و تربیت کا باعث ثابت ہوگی اگر آپ کو پسند آئے تو ہمارے لئے دُعا کر دیجئے گا اور اگر کوئی غلطی یا کوتاہی نظر آئے تو ہمیں ضرور مطلع کیجئے گا تا کہ اس کی آئندہ ایڈیشن میں درستگی ممکن ہو سکے کیونکہ غلطی و کوتاہی سے پاک ومنزہ ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم علیم وخبیر ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق جلیل عطا فرمائے اور ہمیں دینی و دنیاوی پریشانیوں سے بچائے۔ ہمیں معاف فرما کر ہمیں اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے اور روزِ محشر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

نیاز مند

مفتی محمد اقبال کھرل

خطیب مسجد و دربار حضرت میاں میر سرکار رحمۃ اللہ علیہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

۱۱ جنوری ۲۰۰۸ء



تذکرۂ پاک

ولادتِ باسعادت

حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ بمطابق ۲ اپریل ۱۷۳۰ء کو موضع چوٹالہ میں ہوئی۔ یہ موضع مہار شریف سے تقریباً تین کوس کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ کے والدین کی رہائش پہلے پہل اسی موضع میں تھی مگر ازاں بعد وہ مہار شریف میں رہائش پذیر ہو گئے۔

آپ کا اسم گرامی پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں نامی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۸۶ کے مطابق "بہبل" تھا جس کو آپ کے شیخ حضرت خواجہ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بدل کر نور محمد کر دیا یہی روایت ہمیں مناقب المحبوبین نامی کتاب کے صفحہ نمبر ۷۹ پر بھی ملتی ہے۔

آپ کے والد صاحب کا اسم گرامی ہندال تھا اور آپ کی والدہ صاحبہ کا نام عاقل بی بی تھا۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کھرل قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

آباؤ اجداد

حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کے بارے میں زیادہ تفصیل سے ہمیں معلومات دستیاب نہیں ہوتیں بس یہی معلوم ہو پایا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کا پیشہ زراعت تھا اور ان کے پاس بڑی تعداد میں مویشی بھی تھے۔

شجرۂ نسب

حضرت علامہ فقری نے اپنی کتاب "تذکرۂ اولیائے پاکستان" جلد اول کے صفحہ نمبر ۳۰۶ پر حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب کچھ یوں رقم فرمایا ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب نوشیروانؒ عادل سے اس طرح ملتا ہے۔

"خواجہ نور محمد بن ہندال بن طاطار بن محمود کھرل بن مرہ بن عزیز بن ڈاتا بن دینا بن چھتر بن نالار بن ادہر بن امو بن کرابن جگ سین بن کج سین بن سریک بن راچپت بن دیورائے بن گڈن شہیر بن موابن بدھ بن بوہل بن بادہ بن کھرل بن کھیوہ بن رانوبن وہوہڑ بن جبل بن جمع بن آہرا بن بھوٹا بن رائے دیون بن چالک بن سلنگھی بن راجہ کرنا بن سورج بن مولراج بن راجہ جگ دے بن بھوٹا بن رائے دیون بن چالک بن بنسیر بن قیصر بن ہرمز بن نوشیروان عادل۔"

آپ کے آباؤ اجداد کا مسکن پہلے تو موضع چوٹالہ ہی تھا مگر بعد میں آپ کے بزرگوں نے مہار شریف کو منتخب کیا اور اس علاقہ کو رونق بخشی مہار جو کہ ایک عام سا گاؤں رہا ہوگا مگر ایک مرد قلندر نے اس عام سے گاؤں کو صرف مہار ہی نہیں رہنے دیا بلکہ مہار شریف بنادیا۔ ایک عام اور بے نام سا گاؤں حضرت خواجہ صاحب کے دم قدم کے صدقہ میں چہار دانگ عالم میں مشہور ہوگیا۔

ولادت سے پہلے اور بعد کے چند اہم واقعات:

تذکرۂ خواجگانِ تونسوی نامی کتاب میں رقم ہے کہ آپ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ صاحبہ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ایسا چراغ میرے گھر میں روشن ہوگیا ہے کہ جس کی روشنی آسمان سے زمین تک ہر جگہ جلوہ فگن ہے اور تمام روئے زمین کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور یہ بھی کہ تمام گھر ایک خاص قسم کی خوشبو سے معطر ہوگیا ہے۔

قبلۂ عالم کی والدہ ماجدہ نے اپنا یہ خواب ایک بلند پایۂ روحانی شخصیت شیخ احمد دودی رحمۃ اللہ علیہ والا کو سنایا۔ تمام خواب پوری توجہ سے سماعت کرنے کے بعد شیخ احمد دودی رحمۃ اللہ علیہ والا نے ارشاد فرمایا کہ:

"بی بی! تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہونے کی بشارت ہے ایک ایسا بیٹا کہ جس سے ایک جہاں منور ہو جائے گا اور اس کی شہرت پوری دنیا میں پھیلے گی۔"

ایک روایت ہمیں مناقب المحبوبین نامی کتاب سے بھی حاصل ہوئی ہے کہ آپ کی والدہ صاحبہ ابھی اوائل عمر میں تھیں کہ ایک صاحب کشف و کرامت بزرگ حضرت فتح محمد نیکوکارہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و سجادہ نشین تھے نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ

> "حق تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس عاقل بی بی کے شکم مبارک سے غوثِ زمانہ پیدا ہوگا' جس کے فیض سے تمام جہان سیراب ہوگا۔"

جب حضرت عاقل بی بی کی شادی ہندال میاں سے ہوگئی اور جب وہ آپ کو موضع چوٹالہ میں لے آئے تو اس جگہ کبھی کبھی ایک بزرگ آیا کرتے تھے جن کا نام حافظ شیخ احمد عرف دودی رحمۃ اللہ علیہ والا تھا۔ آپ ساوی چیرے والا یعنی سبز پگڑی والا کے نام سے بھی مشہور تھے۔ حافظ صاحب سلسلہ قادریہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت سلطان محمود لنگاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

ان دونوں بزرگوں کی خانقاہ قصبہ دودہ میں واقع ہے جو کہ کمالیہ کے قریب ہی ہے یہ بزرگ یعنی شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ جب بھی چوٹالہ تشریف لاتے تو حافظ محمد مسعود مہار کی مسجد ہی میں قیام فرماتے۔ آپ کے پاس کثیر تعداد میں لوگ حاضر ہوا کرتے تھے۔

جب بھی حضرت عاقل بی بی آپ کے پاس زیارت کے لئے جاتیں تو شیخ سروقد کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کرتے۔ اب یہ بات تو بڑی ہی عجیب سی ہے کہ کوئی کسی بزرگ کی زیارت کے لئے جائے اور وہ بزرگ آنے والے

کے استقبال کے لئے خود ہی کھڑا ہو جائے اور یہ بھی کہ آنے والا کوئی بزرگ ہستی نہ ہو بلکہ ایک نوجوان خاتون ہو۔

یہی کچھ سوچ کر عاقل بی بی نے ایک روز بڑے ادب سے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ میری اس قدر تعظیم و تکریم کیوں کرتے ہیں جبکہ میں تو خود آپ سے دُعا کروانے حاضر ہوتی ہوں۔ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ:

"سنو بی بی! میں تمہاری تعظیم تو کرتا نہیں ہوں بلکہ میں تو تمہاری پیشانی میں جس غوثِ زماں کا نور سورج کی طرح چمک رہا ہے اس کی تعظیم کرتا ہوں۔"

مؤلف مناقب کا بیان ہے کہ "فقیر نے اپنے شیخ و مرشد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ وحی ترجمان سے سنا تھا کہ ایک روز شیخ احمد مذکور کا گزر ایک کنویں پر ہوا جہاں عورتیں پانی بھرا کرتی تھیں۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بھی اسی جگہ موجود تھیں۔

جب ان کی نظر آپ کی والدہ پر پڑیں تو تیز تیز نظروں سے دیکھا اور کہا "بہل بہل بہل" وہاں پر موجود عورتوں نے پوچھا کہ بابا جی کیا بات ہے آپ کیوں بہل بہل کہتے ہیں اور کیوں اس کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ "سنو! میں دیکھتا ہوں کہ غوثِ زماں کس جٹ کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے۔"

قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کی ۱۶ تاریخ کو رات کے وقت تولد ہوئے تھے اس دن سے لے کر رمضان المبارک کے باقی

تمام ایام آپ نے روزہ کے اوقات میں والدہ کا دودھ نہیں پیا۔ آپ محض رات کے وقت یعنی مغرب کے بعد اور فجر سے پہلے تک دودھ پیا کرتے تھے۔

انہی ایام میں حضرت شیخ احمد مذکور اتفاقاً موضع چوٹالہ تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی دادی جان آپ کی والدہ محترمہ کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بتلایا کہ یہ بچہ دن کے وقت تو بالکل بھی دودھ نہیں پیتا تھا ہاں البتہ رات کو پی لیتا ہے۔

حضرت شیخ نے یہ سنا تو مسکرائے اور فرمایا کہ

"آپ لوگ غم نہ کریں آپ کا بچہ کوئی معمولی بچہ نہیں بلکہ یہ تو غوثِ زماں ہے یہ دن کے وقت اس لئے دودھ نہیں پیتا کیونکہ رمضان المبارک میں روزوں کا احترام کرتا ہے یعنی یہ روزہ رکھتا ہے اور یہی غوث کی پہچان ہے۔"

اس کے بعد آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ

"اس گھر کی قسمت کا بھلا کیا کہنا کہ جہاں ایسا غوثِ زماں پیدا ہوا کہ جس سے تمام جہاں کو فیض حاصل ہوگا اور دین مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تازگی ملے گی۔"

حصولِ علم

سبھی مورخین اور تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ جب قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سعید پانچ برس کے لگ بھگ ہوئی تو

آپ کے والد محترم نے آپ کو ابتدائی تعلیم کے لئے مکتب میں بھیج دیا۔ آپ نے حافظ محمد مسعود مہار رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے زمانہ کے معروف عالم دین تھے سے کلام پاک کی تعلیم حاصل کی اور قرآن کریم حفظ بھی کیا۔

جن ایام میں آپ حافظ صاحب کے پاس قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے تھے انہی ایام میں شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی مکتب میں تشریف لائے۔ انہوں نے جب حضرت خواجہ کے چہرہ اقدس پر نظر ڈالی تو بے ساختہ فرمایا:

"سبحان اللہ! اس بچہ پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ اس کے دروازہ پر شاہانِ عالم سجدہ ریز ہوں گے۔"

آپ کے استاد محترم حافظ محمد سعید مہار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعجب ہو کر کہا کہ یا حضرت یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

یہ سن کر حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

"اے مسعود! تم یقیناً اس بات سے بے خبر ہو مگر ایک وقت آئے گا کہ میری اولاد بھی اس سے فیض یاب ہو گی۔"

حضرت شیخ احمد کی یہ بات حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی کیونکہ حضرت شیخ کے صاحبزادہ ذیشان' شیخ غلام محی الدین نے خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی اور شیخ کے پوتے حضرت شیخ امام الدین نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تو اب آپ کے والد صاحب اور بڑے بھائیوں نے یہ چاہا کہ آپ کاروبار میں

ان کے ساتھ شامل ہو جائیں یہی اس دور کا رواج تھا مگر ان کو بھلا کیا معلوم تھا کہ ان کا یہ نو عمر بچہ کس لئے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے اور اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے اس کا علم تو صرف قادرِ مطلق کو ہی ہو سکتا ہے۔

جب والد صاحب اور بھائیوں کا اصرار بڑھا تو آپ نے ان سے کہا کہ میں نے تو علم حاصل کرنا ہے۔ علم کی افادیت سے تو وہ لوگ بھی واقف ہی تھے چنانچہ آپ باہم مشاورت سے مہار سے چند میل کے فاصلہ پر واقع موضع بڈھیراں میں چلے آئے اور وہاں کچھ عرصہ پڑھتے رہے۔

اس سلسلہ میں ایک بڑی مشہور روایت ہے کہ جب شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اے فرید پہلے علم حاصل کرو کیونکہ بے علم صوفی مسخرا شیطان ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات تو طے ہے کہ حصول علم صوفیاء کے لئے بے حد اہم ہے اور بزرگوں نے حصول علم کے لئے دور دراز کے پریشان کن سفر بھی طے کئے تھے۔

علم کی شان

بعض متصوفین متاخرین نے علم کا درجہ حال سے کسی حد تک کم قرار دیا ہے اگرچہ معاملہ اس کے بالکل ہی الٹ ہے کیونکہ

علم حاکم ہے اور حال محکوم

علم ہادی ہے اور حال تابع

علم امام ہے اور حال ماموم

اسی طرح دائرہ علم دنیا و آخرت پر وسیع ہے جبکہ دائرہ حال صرف صاحب حال تک محدود ہے۔ آپ دیکھیں کہ حال ایک تیغ براں ہے کیونکہ اگر علم کی حفاظت نہ ہو تو یہ تلوار اس کو کاٹ ڈالتی ہے جس کے ہاتھ میں ہو۔ حال تو ایک آگ ہے اور ایسی آگ کہ جس پر کسی کا کنٹرول نہ ہو۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ حال تو ایک منہ زور گھوڑا ہے اور اگر اس کے منہ میں علم کی لگام نہیں تو وہ اپنے اوپر سوار ہونے والے کو بھی ہلاکت سے دوچار کر سکتا ہے اور خود کو بھی۔ ہاں مگر صرف علم ہی ہے کہ جو حیات القلوب ہے' نور البصائر ہے' شفاء الصدور ہے' ریاض العقول ہے اور علم ہی لذت الارواح ہے یہی مونسِ متوحشین ہے۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ علم ہی وہ میزان ہے کہ جس میں اقوال و احوال و اعمال کے وزن کیے جاتے ہیں علم ہی تو وہ حاکم ہے کہ جو شک و یقین اور خلافت و ارشاد کے درمیان درست فیصلہ کرتا ہے اور علم ہی سے اللہ تعالیٰ عزوجل کی معرفت نصیب ہوتی ہے وہی نہیں بلکہ علم ہی کی بدولت اللہ کریم علیم وخبیر کی تحمید اور تجید و توحید نصیب ہوتی ہے۔

یہ علم ہی ہے کہ جس سے حلال و حرام میں فرق معلوم ہوتا ہے اور علم ہی ہے جو مواریث و ارحام کے مدارج ظاہر کرتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ علم کی ضرورت اکل و شرب سے بھی قوی تر ہے' آب و خورش کی ضرورت تو دن رات میں دو بار پڑتی ہے مگر علم کی ضرورت تو ہر سانس پر ہے۔

یہ علم ہی تھا کہ جس کی تلاش میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بہت ہی طویل ترین سفر اختیار کیا اور اُس سفر میں تین مسائل کو ثمرِ سفر قرار دیا۔ علم ہی ہے کہ جس کی طلب و درخواست کرنے کا حکم اللہ کریم نے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

یعنی پڑھا کر! اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔

اب آپ خیال کیجئے کہ وہ کتا یا باز جس کو شکار کرنے کے لئے سدھایا گیا ہو اور جس کو شکار پر لگایا گیا ہو وہ تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے بعد کس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اگرچہ وہ خود نجس ہے مگر اس کا پکڑا ہوا جانور حلال ہے جبکہ اس کے ہم جنس کا پکڑا ہوا حرام۔

یہ علم ہی ہے کہ جس کو سیکھ کر نجس، نجس نہیں رہتا جبکہ ان کے ہم جنس نجس نہیں بلکہ نجس العین بن جاتے ہیں۔ ان میں فرق صرف علم ہی کا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ علم تو وہ ہے کہ جس کی ابتدائی علامت اقامت دلیل ہے اور جس کی آخری شناخت جو ہے وہ رفع جہل ہے یعنی علم وہ روشنی ہے کہ جس سے جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔

بزرگوں نے علم کے تین مدارج ارشاد فرمائے ہیں۔ درجۂ اول میں فرمایا گیا ہے کہ علم وہ ہے جو قوتِ باصرہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے یا وہ ہے جو کہ استفاحہ صحیحہ سے قوت سامعہ کو حاصل ہوتا ہے یا پھر وہ ہے کہ جو ایک بڑی تعدادِ نسانی کے تجربہ متواترہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

درجۂ دوم میں فرمایا گیا ہے کہ علم وہ ہے جو اجسام ذکیہ و باطن ظاہرہ میں پیدا ہوتا ہے یا وہ جو اہل ہمت عالیہ کے انفاس صادقہ کو عطا ہوتا ہے ایسی حالت میں جب کہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔

اسی طرح درجۂ سوم میں فرمایا گیا ہے کہ علم وہ ہے کہ جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے یہ علم عبودیت کا ثمرہ اور متابعت احکام حقہ کا پھل ہوتا ہے جب کمال انقیاد کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے، تب جواد مطلق کی جانب سے وہ معارفِ ایمانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیئے جاتے ہیں جن تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا۔ ایسا علم خود اپنے لئے دلیل بھی ہے اور دوسرے کے لئے مدلول بھی۔

یہاں یہ بات بھی بہت ضروری ہے کہ بعض معترضین اور مخالف قوتیں یہ کہہ کر گویا الزام تراشی کرتی ہیں کہ جی اسلام تو تلوار کے زور سے پھیلا ہے اگر وہ تھوڑا سا بھی غور کر لیں تو نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ تو علم کو اپنی تلوار بتا رہے ہیں اور ان فتوحات عظیمہ کو جو حاصل ہوئیں علم ہی کا ثمر قرار دے رہے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا فخر اینٹ، چونہ اور پتھر کی دیواروں اور خندقوں پر قابض ہونے میں نہیں یہ تو سکندر، ہلاکو خان اور نپولین بونا پارٹ جیسے جنگجوؤں کے لئے ہے جنہوں نے اس قسم کے بہت سے تماشے دنیا میں کھیلے اور ظالم کہلائے۔ ہاں اللہ کے نبی کا فخر تو لوگوں کے دلوں کے

قلعوں اور قلوب کے حصون کو فتح کر لینے میں ہے۔

اس نظارہ کو دنیا نے فتح خیبر میں دیکھا کہ جن ایام میں اسلامی لشکر نے ان یہودیوں کے چند قلعے فتح کر لئے جو ہمیشہ اہل ایمان کے خلاف ملک بھر میں آتش جنگ و جدل کو بھڑکائے رکھتے تھے انہی ایام میں نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے حضور حبش کے نو مسلم سردارانِ دربار بھی حاضر ہوئے اور اسی اثناء میں ملک یمن سے بھی کئی سو مسلمانوں کا قافلہ باریاب سعادت ہوا۔

اللہ کریم علیم و خبیر کو منظور یہ تھا کہ یہودیوں کو کھلی آنکھ سے دکھایا جائے کہ وہ اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلہ میں اینٹ و پتھر کی دیواروں کے بھروسہ پڑ اڑے بیٹھے ہیں، جس کا علم سمندر پار ملک حبشہ کو فتح آرہا ہے جس کا علم یمن کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنا علم صداقت نصب کر رہے ہیں اور یہ تو وہی ملک ہیں کہ جو کبھی بھی حجاز کے زیرنگیں نہیں ہوئے تھے۔

یاد رہے کہ ملک حبش وہی ملک ہے کہ جس کے ایک بادشاہ نے یمن کو فتح کرنے کے بعد ۶۰ ہزار کا لشکر جرار مکہ مکرمہ کو فتح کرنے اور کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے مکہ سے صرف چار میل کی مسافت پر لا کھڑا کیا تھا۔ اس واقعہ کو قرآن کریم نے واقعہ اصحاب الفیل ارشاد فرمایا ہے اس ملک کے ایک بادشاہ نے ازاں بعد نبی کریم ﷺ کی پوری پوری عزت و تکریم کی۔

اب یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عرب جو کہ ایک مفلوک الحال قوم تھے وہ بھلا کس طرح روم و ایران پر غلبہ حاصل کر گئے تو صاف اور سیدھی سی

بات ہے کہ ان کی تربیت معلم انسانیت اور محسن انسانیت ﷺ کی فرمائی تھی۔

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلعِلمُ سَلَاحِی

یعنی علم ہی میرا ہتھیار ہے۔ یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے کہ جس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے کہ جو ہمیں بلادِ ہندوستان کے طول و عرض میں صاف صاف دکھائی دیتی ہے کہ علم سے مزین ہمارے بزرگ جب یہاں تشریف لائے تو پھر یہاں پر کفر کی تاریکی کے بادل چھٹنا شروع ہو گئے۔

ہمارے بزرگوں کے پاس یقیناً کوئی لاؤ لشکر نہیں تھا' کوئی اسلحہ کے انبار نہیں تھے وہ تو خالی ہاتھ اس سرزمین پر وارد ہوئے تھے ہاں مگر ان کے مقابلہ پر ایک پوری قوم موجود تھی جن کے پاس لشکروں کی بھی کمی نہ تھی اور اسلحہ کی بھی کمی نہ تھی مگر ہمارے ان خالی ہاتھ بزرگوں کے آگے وہ اسلحہ بردار اور لشکروں والے سرِ تسلیم خم کر گئے تو محض ہمارے بزرگوں کے علم و فضل کی وجہ سے۔

جیسا کہ ہم ذکر کر رہے تھے کہ آپ نے کچھ عرصہ موضع بڈھیراں میں نصاب کی چند کتابیں پڑھیں مگر ہم اسے اپنی بدقسمتی ہی خیال کریں گے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو پایا کہ آپ نے یہاں کس عالم دین سے اور کن کتب کی تعلیم حاصل فرمائی۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو پایا کہ آپ نے یہاں کتنے ماہ و سال گزارے اور آپ کی گزر اوقات یہاں کیسے ہوتی تھی۔

صرف یہی معلوم ہو پایا ہے کہ موضع بڈھیراں میں کچھ عرصہ گزارنے

کے بعد آپ نے موضع "بلانا" میں جانا پسند کیا اور وہاں آپ نے اس وقت کے معروف عالم دین اور استاد شیخ احمد کھوکھر سے تعلیم حاصل کی۔ اب ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ آپ نے یہاں کن امور کی تعلیم حاصل کی اور آپ نے یہاں پر کتنا عرصہ گزارا نیز یہ کہ آپ کن وجوہات کی بناء پر وہاں سے کسی دوسری جگہ تشریف لے گئے۔

ہاں ہمیں یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ موضع بلانا جو کہ پاکپتن شریف کے نزدیک ہی واقع ہے سے ڈیرہ غازی خان کی طرف چلے جہاں آپ نے شرح ملا تک تعلیم حاصل کی یہاں آپ کے استاد کون تھے یہ نہیں معلوم ہو سکا۔

اب یہاں سے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کا رخ کیا اور مقصد صرف اور صرف تھا حصولِ تعلیم۔ یہاں آپ اپنے ہم مکتب محکم دین سیلانی کے ساتھ وارد ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے بہت کٹھن حالات میں یہاں تعلیم حاصل کی۔ یہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہاں آپ کا قیام کس درس گاہ میں تھا اور کن اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔

دہلی روانگی

یہاں سے آپ نے دہلی کے لئے رخت سفر باندھا اور یہاں آپ نے نواب غازی الدین خان صاحب کے مدرسہ غازی الدین میں داخل ہونا پسند فرمایا تاریخ مشائخ چشت کے مطابق آپ نے ۲ دہلی میں آنے کے بعد اجمیری دروازہ کے جس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی وہ یہی مدرسہ تھا جس کو امیر

غازی الدین خان فیروز جنگ نے قائم کیا تھا۔ شجرۃ الانوار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ دو مدرسے تھے ایک تو مدرسہ کلاں تھا جبکہ دوسرا مدرسہ خورد۔ آپ نے مدرسہ خورد میں قیام کرنا پسند کیا تھا۔

دہلی کے مدرسہ غازی الدین میں آپ نے حافظ میاں برخوردار رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ ابھی تعلیم جاری ہی تھی کہ آپ کو اپنے گاؤں جانا پڑا۔ آپ نے حافظ صاحب کے پاس پہلے تو کافیہ کی تعلیم حاصل کی اورازاں بعد آپ نے قطبی کا درس لینا شروع کیا۔ ابھی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی کہ آپ کے استاد محترم حافظ صاحب کو اپنے گھر جانا پڑا جس کی وجہ سے آپ کی تعلیم بمشکل ہی پوری ہوئی اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو اچانک اپنے گاؤں جانا پڑا۔

اپنے استادِ محترم کا آپ اکثر بڑے ہی اچھے الفاظ کے ساتھ تذکرہ فرماتے اور اکثر یہ فرماتے کہ

"میاں برخوردار جی بہت اچھے آدمی تھے۔ صاحب نسبت تھے اور آپ سلسلۂ چشتیہ میں داخل تھے۔"

جب آپ کے استاد محترم بھی اپنے گاؤں چلے گئے اور آپ کی تعلیم بھی مکمل نہ ہو سکی تو آپ از حد ملول و غمگین رہنے لگے۔ آپ کا قیام تو دہلی میں محض حصول تعلیم کے لئے تھا اور جب یہ سلسلۂ ہی ختم گیا تو آپ کو ملول و پریشان ہونا ہی چاہیئے تھا۔

مختلف روایات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کبھی یہ سوچتے کہ

حصول علم کے لئے دکن جو کہ اس وقت علم کا گہوارہ تھا چلے جائیں اور کبھی یہ خیال کرتے کہ حج کے لئے کسی قافلہ کے ساتھ چلے جائیں اسی ادھیڑ بن میں وقت تیزی کے ساتھ گزرتا چلا جا رہا تھا۔

انہی ایام میں جبکہ آپ کو کوئی بھی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ آپ ایک رات اپنے ایک رفیق دوست سے ملے جن کا نام حافظ محمد صالح تھا۔ انہوں نے آپ کو بتلایا کہ ایک بہت ہی قابل بزرگ عالم دین اور پیر طریقت دکن سے دہلی تشریف لائے ہیں اور ان کا درس و تدریس میں وسیع تجربہ ہے انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ وہ بزرگ صاحبِ روحانیت بھی ہیں۔

حضرت خواجہ بھی اسی تگ و دو میں سرگرداں تھے اور کسی ایسی ہی شخصیت کے متلاشی تھے آپ کو یہ سن کر یوں محسوس ہوا گویا آپ کو اپنا گوہر مقصود حاصل ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت ان بزرگ شخصیت سے ملنے کا پروگرام بنالیا۔ جونہی صبح ہوئی آپ نے اپنے ایک دوست قلندر بخش کو ساتھ لیا اور ان بزرگ شخصیت سے ملاقات کے لئے چل دیئے۔



حصولِ فیض

حضرت خواجہ قبلۂ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ دہلی ہی میں تھے کہ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ حضرت خواجہ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں بغرضِ تعلیم حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ان دنوں دہلی اور اس کے طول و عرض میں بڑا شہرہ تھا اور ہر چہار جانب آپ ہی کی دھوم تھی۔ حضرت خواجہ اپنی ملاقات کا حال کچھ اس طرح ''خلاصۃ الفوائد'' میں بیان فرماتے ہیں کہ

> ''اگلے روز صبح ہم دونوں (یعنی حضرت خواجہ اور قلندر بخش) ان کی خدمت میں گئے۔ جب حویلی کے نزدیک پہنچے تو خوشحال نامی ایک خادم جو کہ حویلی کے صدر دروازہ پر بیٹھا تھا ہم سے کہنے لگا ''آنجناب تو خانم بازار گئے ہیں ہم لوگ وہیں سے واپس چلے آئے۔
>
> دوسرے روز میں ظہر کے وقت اکیلا ہی وہاں چلا گیا۔ جب حویلی کے دروازہ پر پہنچا تو ایک دربان بیٹھا تھا اور لوگ

آ جا رہے تھے۔ میں بھی آگے بڑھا تو دیکھا کہ حویلی کے اندر بھی ایک دروازہ تھا اور دروازہ کے اندر ایک دالان تھا۔

اس دالان میں حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک تخت پر تشریف فرما تھے۔ اس تخت پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی اور ایک بڑا گاؤ تکیہ بھی تخت پر رکھا ہوا تھا۔ ادھر میری یہ حالت تھی کہ میرے کپڑے بہت میلے تھے اور سر کے بال بھی بڑھے ہوئے تھے۔

میں نے اپنا حال دیکھا تو اور بھی متفکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس بزرگ پیرزادہ صاحب کے پاس پڑھنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ چونکہ بندہ دروازہ کے عین سامنے ہی کھڑا تھا چنانچہ حضرت مولانا صاحب کی نظر مجھ پر پڑی۔ بندہ کو آگے طلب فرمایا۔

جب میں نزدیک پہنچا تو آپ اپنی مسند سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور تخت سے نیچے اتر کر میری عزت افزائی فرمائی۔ آپ نے فقیر کے ساتھ معانقہ فرمایا اور اس طرح ملے کہ جیسے کوئی اپنے کسی پرانے عزیز کو طویل عرصہ کے بعد ملتا ہے گویا ہم ایک عرصۂ دراز کے بچھڑے ہوئے تھے اور اب ملے ہیں۔

اب فقیر کا ہاتھ پکڑا اور تخت پر اپنے ساتھ ہی بٹھا کر

سعادت سے سرفراز فرمایا اس کے بعد نام دریافت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضور! پاک پتن کے قریب سے آیا ہوں۔ پاک پتن کا نام سن کر از حد خوش ہوئے۔

آپ نے اس کے بعد دریافت فرمایا کہ کیا تم بابا صاحب کی اولاد میں سے ہو تو میں نے عرض کیا نہیں حضور! میں بابا صاحب کی اولاد میں سے نہیں ہوں۔ پھر دریافت فرمایا کہ یہاں کیسے آنا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! میں نے سنا ہے کہ آپ تعلیم دیتے ہیں' میں بھی حصولِ تعلیم کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپ نے اس پر ارشاد فرمایا کہ پہلے کہاں کہاں پڑھا ہے؟ میں نے بتلایا اور یہ بھی عرض کیا کہ میاں برخوردار جیو صاحب سے پڑھ رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا پڑھانا تو مدت سے موقوف ہے اس لئے بہتر ہے کہ ابھی تم انہی سے پڑھو۔ فارغ جب ہو جاؤ تو آجایا کرو میں نے اس پر عرض کیا کہ

عرصۂ مابین بسیار است و مسافت بعید
وقتِ مادریں آمدورفت ضائع خواہد شد

''یعنی آپ کے اور ان کے مکان کے درمیان بہت زیادہ

فاصلہ ہے اور آنے جانے میں تو بہت سارا وقت ضائع ہو جائے گا۔"

حضرت نے جب یہ سنا تو بے ساختہ مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ

ما برائے وصل کردن آمدیم
نے برائے فصل کردن آمدیم

"یعنی ہم تو یہاں پر وصال کرانے کے لئے آئے ہیں نہ کہ جدائی ڈالنے کے لئے۔"

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اچھا خیر ہے اب تم میرے ہی پاس پڑھو۔ پھر بڑی نوازش فرما کر پڑھانا شروع کر دیا۔ سبحان اللہ! آپ تو گویا کہ علوم کا بحرِ بے کراں تھے۔"

اقسام و فضائلِ علم

آپ نے ابھی کچھ عرصہ ہی حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم حاصل کی تھی یعنی آپ نے قطبی کا درس ہی لینا شروع کیا تھا کہ آپ میں روحانی درجات کی سربلندی دیکھ کر حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہری علوم کے حصول میں اپنا وقت ضائع مت کرو اور یقین رکھو کہ ضرورت کے مطابق اتنا ہی علم کافی ہے اب تم اس علم میں مشغول ہو جاؤ کہ جس کے تم لائق ہو۔

چنانچہ آپ نے کتابوں کو خیرباد کہا اور استادِ محترم کے حکم کے مطابق روحانیت کی طرف مائل ہو گئے۔ حضرت امیر خورد "سیر الاولیاء" کے صفحہ نمبر

۸۱۰ پر رقم فرماتے ہیں کہ

"میں نے سلطان المشائخ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک علم اکتسابی ہوتا ہے اور ایک علم وہبی۔ اس لئے کہ عالم' معلم اور متعلم کہا جاتا ہے لیکن عقل میں عاقل' معقل اور متعقل نہیں کہا جاتا۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مکحول شافی کو لکھا کہ میں نے علم حاصل کیا' جس سے میں لوگوں میں معزز و عزیز ہوگیا۔ اب میں اپنے علم کو اس لئے استعمال کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کریم کے بھی نزدیک ہو جاؤں۔

عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ علم دو ہیں۔ علم ابدان اور علم ادیان۔ علم ادیان تو حقائق و معارف ہیں جبکہ علم ابدان' علم ریاضیات اور مجاہدات پر مشتمل ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے دنیاوی علم حاصل کیا لیکن میرے علم نے مجھے ولادت دی (ولادت کے لغوی معنی تو راستہ دکھانے کے ہیں مگر اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ان کے جاننے سے دوسری شے کا علم ہو جائے۔ دوسری جانب آپ اس کو دلیل سے بھی تشبیہ دے سکتے ہیں) چنانچہ میں نے دنیا کو چھوڑ دیا۔

محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا' مجھے بخش دیا گیا۔ جب ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ

مجھے بخش دیا گیا جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبیوں' صدیقوں اور شہداء کے درمیان ہوں (یہ فضیلت آپ کو علم و فضل کی وجہ سے حاصل ہوئی)۔

حضرت یحییٰ بن رازی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ علم ہماری شفاعت نہیں کرے گا؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا علم قائل کو بانجھ بنا دیتا ہے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دو سو سال کے بعد بلا چادرہ کے ایک بدو نے' جو اپنے حجرہ سے باہر نہیں نکلتا تھا کہا کہ کس نے اس کو میرے ساتھ عالم لکھا ہے۔

حضرت امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور حمام میں برہنہ داخل نہیں ہوتا' میں اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ میں نے ایک رات کو دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتباع سنت کی وجہ سے بخشا اور تمہیں امام بنایا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا' میں جبرئیل ہوں۔

لقمان کا قول ہے کہ علماء کی پیروی ان کے علم میں کرو' ان کے فعل میں نہ کرو اور زاہدوں کی پیروی ان کے زہد میں کرو اور ان کے حسن حیلہ میں نہ کرو۔

حدیث شریف میں ہے کہ بُرے علماء کا حشر قیامت کے دن بندر' سور

اور ریچھ وغیرہ کی صورت میں ہوگا۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ علم کا مقام عالی وارفع ہے کسی بزرگ نے کہا کہ جس وقت کوئی اہل علم کوئی مسئلہ حل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر اس کی بزرگی واجب ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک مشکل علمی مسئلے کے حل کرنے میں جو حلاوت عالم کو حاصل ہوتی ہے' وہ بادشاہ کو بادشاہی میں بھی حاصل نہیں ہوتی لیکن اکثر علماء اس کے نتیجہ سے واقف نہیں ہیں۔ ایسے ہی درویش پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ اپنی عبادت سے حلاوت پاتا ہے' ایسی حلاوت کہ جس کے سامنے وہ حلاوت جو علماء مشکل مسائل حل کرنے میں پاتے ہیں' ہیچ ہو جاتی ہے' پس درویش کی اس حالت کی کیا توصیف بیان کی جاسکتی ہے۔

سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے پوچھا کہ العلماء ورثۃ العلماء یعنی علی انبیاء کے وارث ہیں کون سے علماء مراد ہیں؟ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ علماء جنہیں تم دیکھ رہے ہو۔ خواجہ ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حاشا وکلا یہ علما تو نہیں ہو سکتے' کیونکہ انبیاء کا علم تو اکتسابی نہیں ہوتا۔ ان کے والد نے فرمایا کہ الحمد للہ ان کلمات میں سے جن کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا (ایک کلمہ ہمارے شہزادہ کی زبان سے جاری ہوا)۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم سیکھتا ہے' جلد مشہور ہو جاتا ہے اور علم حاصل کرنا درویشی سے زیادہ آسان ہے۔ اگر دو آدمی ایک عالم اور دوسرا غیر عالم درویش کے پاس جائیں اور درویش غیر عالم کی تختی

پر کچھ لکھے اور وہ عالم ہو جائے تو وہ اسی پائے کا عالم ہوگا کہ وہ جس مرتبہ پر پہنچے گا عالم اس مرتبہ پر دیر سے پہنچے گا لیکن اگر جاہل ہو تو کامل اور مکمل نہ ہو سکے گا۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف میں لکھا ہے کہ اگر تم میں عقل نہ ہوتی تو علم الٰہی کے لئے وقت تنگ ہو جاتا۔ ذاتِ الٰہی سبحانہ تعالیٰ کا علم اس سے سیکھو' جس کسی کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغولیت ہے۔ وہ ایسی باتوں میں مشغول نہیں ہوتا اور مشائخ اپنے مریدوں کو حصولِ علم کا حکم دیتے ہیں جب وہ تحصیل علم سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر انہیں علم سے حال میں مشغول کرتے' پھر ان میں سے جو مقام اسرار پر قانع ہوتے ہیں وہ مطالعہ کتب اور تدریس علوم دینیہ میں مشغولی ہو جاتے ہیں۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا برہان الدین نسفی دانش مند کامل الحال بزرگ تھے۔ اگر کوئی طالب علم' علم حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس حاضر ہوتا تو اس سے فرماتے کہ پہلے مجھ سے تین شرطیں طے کرلو تاکہ میں تم کو کچھ سکھاؤں۔ اول یہ کہ ایک وقت کھانا کھاؤ گے' تاکہ خواہش علم کے لئے جگہ خالی ہو۔ دوسرے یہ کہ سبق میں بالکل ناغہ نہ کرو گے اور اگر تم نے ایک روز بھی ناغہ کیا تو میں دوسرے روز تمہیں نہ پڑھاؤں گا اور تیسرے یہ کہ جب تم راستہ میں مجھے ملو تو سلام کرو اور گزر جاؤ' لیکن پاؤں میں پڑو اور حد سے زیادہ تعظیم و تکریم نہ کرو۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے ان کے

لئے علم ایک عمدہ اور قیمتی درخت کی طرح ہے جو بغیر رنج و مصیبت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ علم بھی خوش نصیبی سے حاصل ہوتا ہے اگر علم کے ساتھ اطاعت بھی کرے تو نور اعلیٰ نور ہے۔ جب دونوں حاصل ہو جائیں تو چاہیئے کہ ان دونوں کو یعنی علم و عمل کو نظر انداز کر دے تا کہ وہ کسی بھی تکبر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

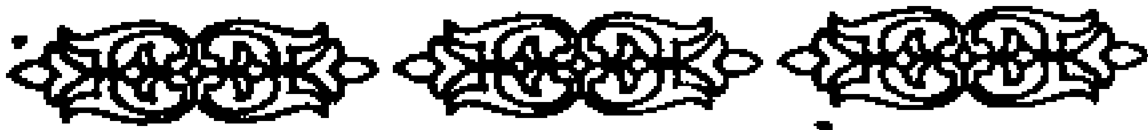
نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جتنے بھی علماء و دانشور گزرے ہیں' کون جانتا ہے کہ کہاں گزرے ہیں اور کون کون گزرے ہیں۔ اگر کچھ باقی رہ جاتا ہے تو صرف حسن معاملہ ہے۔ یہی حیاتِ معنوی ہے' جس کو آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ و جنید رحمۃ اللہ علیہ آج تک زندہ ہیں۔

حضرت خواجہ قبلہ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحب کی خدمتِ اقدس میں پہلی حاضری اور حلقۂ شاگردی میں داخل ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا صاحب مہرولی شریف میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار اقدس کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ میں نے بھی آپ کی رفاقت کا شرف حاصل کیا وہاں کچھ عرصہ قیام فرما کر جب آپ دہلی واپس لوٹنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ مجھے چند دن اور یہاں درگاہ شریف میں حاضری و قیام کی اجازت عطا فرمائیں' کیونکہ اس سے پہلے بھی جب کبھی حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا تھا تو وہاں یہی چاہتا تھا کہ یہیں رہنا چاہیئے۔

خیر آپ نے مجھے چند دن درگاہ شریف میں رہنے کی اجازت دے دی

اور خرچ کے لئے کچھ رقم بھی عنایت فرمائی۔ نیز حضرت خواجہ قطب کے داروغہ لنگر میاں نور اللہ کو فرمایا کہ ہمارا یہ درویش چند دن یہاں رہے گا اس کے حصہ کی کھچڑی اس کے مکان پر پہنچا دیا کریں۔ ان دنوں حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر میں کھچڑی پکتی تھی۔

بندہ نے عرض کیا کہ حضور کسی چیز کی اجازت فرمائیں کہ یہاں پڑھوں۔ فرمایا' ہم ملا نہیں تم ہماری بزرگی سے کیا واقف ہو۔ خیر رخصت کے وقت ایک وظیفہ بندہ کو عنایت فرمایا میرے ہم سبق دوستوں نے اصرار کیا کہ تمہیں یہاں رہنے نہیں دیں گے' تم ہمارے ساتھ ہی واپس چلو۔ لاچار قیام کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اپنے کندھوں سے سفید دوپٹہ اتار کر مجھے عطا فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوست تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکیں گے۔



بیعتِ مُرشد

حضرت خواجہ قبلۂ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں کتنا عرصہ گزرا یہ ہمیں تاریخ کے اوراق میں معلوم نہیں ہوتا ہاں مگر یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر ۱۱۶۵ھ بمطابق ۱۷۵۱ء میں بیعت کی تھی اور مناقب المحبوبین کے مطابق جب حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۶۵ ھ بمطابق ۱۷۵۱ء میں اورنگ آباد سے ہجرت کر کے دھلی میں قیام کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ کی تشریف آوری کے چھ ماہ بعد ہی حضرت خواجہ مہاروی آپ سے بیعت ہوئے۔

اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس وقت آپ کی عمر سعید ۲۳ برس کے قریب تھی کیونکہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۴۲ھ بمطابق ۱۷۳۰ء ہے اب ذرا غور فرمائیں کہ ایک بھرے پُرے گھر کا ایک ایسا بچہ جو کہ تمام گھر والوں کی آنکھ کا تارا ہو اور وہ تقریباً نو یا دس برس کی عمر میں جبکہ اس عمر کے بچوں کو اپنی ہوش بھی نہیں ہوتی، محض حصولِ تعلیم کی غرض سے نکل کھڑا ہو۔

یہاں فقیر ان ماں باپ اور بہن بھائیوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا ہے کہ جنہوں نے اپنے بیٹے اور بھائی کی جدائی کو برداشت کئے رکھا اور اس کو حصولِ تعلیم کے لئے خود سے جدا کیا۔ یہ یقیناً ایک دل ہلا دینے والی حقیقت ہے کہ ایک ایسا بچہ جو کہ لاوارث بھی نہیں اور بہت ہی چھوٹی سی عمر میں گھر سے باہر سالہا سال رہے۔ یقینی بات ہے کہ اس زمانہ میں کمونیکشن کی بھی آج کی طرح سہولیات موجود نہ تھیں۔ کوئی آتا جاتا خبر لاتا یا لے جاتا تھا یا پھر بندے کو خود ہی آنا جانا پڑتا تھا۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس زمانہ میں تو عرصۂ دراز تک اپنوں کی کوئی خیر خبر ہی نہیں ملتی تھی اب ایسے میں بھلا اس بچے کی کیا کیفیت ہوتی جو کھیلنے کودنے کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنوں سے دور بلکہ بہت دور رہ رہا ہے۔ جس کے سونے کا انتظام کرنے والا کوئی نہیں جس کے کپڑوں کا انتظام کرنے والا کوئی نہیں اور یہاں تک کہ اس کے کھانے پینے کا انتظام کرنے والا بھی کوئی نہیں۔

آفرین صد آفرین اس عظیم رتبہ بچے پر کہ جس نے یہ ساری صعوبتیں برداشت کیں اور آج اس بچے کو دنیا بھر میں اسلام اور تصوف سے واقفیت رکھنے والے لوگ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پہچانتے ہیں اور وہ لوگ جو اگرچہ آپ کی ذات اور آپ کی قوم سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ محض آپ سے عقیدت رکھنے کی وجہ سے خود کو مہاروی کہلانا پسند کرتے ہیں۔ یہ انعام ہے جو کہ خالقِ کائنات اپنے مقرب بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

ہاں مگر یہ بات بھی تو بالکل سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بننے کے لئے بندے کو دنیاوی عیش و آرام تج دینا پڑتے ہیں۔

اپنی بیعت کا احوال حضرت خواجہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے خود کچھ یوں ارشاد فرمایا کہ

> ''حضرت مولانا صاحب کے دہلی میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے بندہ ہی نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔''

یہ واقعہ پاکپتن شریف روانہ ہونے سے پہلے یعنی ماہ ربیع الثانی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے روز کا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

> ''جب بندہ نے بیعت کے لئے حضرت صاحب سے عرض کیا تو فرمایا کہ پہلے استخارہ کرلو اس کے بعد جیسا کہ تمہیں معلوم ہوگا' اشارہ کے مطابق عمل کروں گا کہ یہی دستور ہے۔ میں حسب الارشاد رات کے وقت درود شریف پڑھ کر سو گیا۔
>
> خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے پکے ہوئے کھانے کا ایک طبق میرے ہاتھ میں دیا ہے اور حضرت صاحب کا جبہ میری گردن میں ڈال دیا ہے۔ اس حالت میں کہ حضرت مولانا صاحب آگے آگے چل رہے ہیں اور میں آپ کے

پیچھے پیچھے جا رہا ہوں۔

جب صبح ہوئی تو میں نے رات کے استخارہ کی کیفیت بیان کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب چند روز کلمۂ استغفار پڑھو۔ میں نے اسے بھی چند روز پڑھا۔ اس سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر لے جا کر مجھے بیعت سے سرفراز فرمایا۔"

ہمیں ان بزرگوں کی سیرتوں کا مطالعہ کر کے حد درجہ حیرانگی ہوتی ہے کہ کس طرح اپنے شیخ کی ہر ہر بات کو بلاچون و چراں تسلیم کر لیا کرتے تھے اور اپنے شیخ کے اشارہ ابرو کے منتظر رہا کرتے تھے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کبھی کسی مرید نے اپنی پریشانی کا حل اپنے شیخ سے نہیں کہا اور نہ ہی کوئی عمل وغیرہ کا تقاضا کبھی کیا جیسا کہ ہم لوگ موجودہ دور میں ملاحظہ کر رہے ہیں کہ محض چند مرتبہ حاضری دینے کے بعد ہی پیر صاحب سے اس بات کے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں کہ پیر جی ہمیں بھی کچھ عطا کر دیں کہ چھوٹے موٹے کام ہم خود ہی کیوں نہ کر لیا کریں۔

ایسی کوئی کیفیت ہمیں اپنے بزرگوں کے احوال میں تو ہرگز دکھائی نہیں دیتی ہے اور سوائے اس بات کے کہ اس دور میں تو اگر کوئی مرید ہو گیا ہے تو اپنے پیر صاحب کی طرف نظر بھی نہیں اٹھاتا تھا۔ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ پیر صاحب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں بھی کی جارہی ہوتی ہیں اور خوش گپیاں بھی جاری رہتی ہیں۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ پاک

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ وہ وہی کرے جو اس کا پیر اس کو حکم دے۔ لیکن پیر کو بھی ایسا ہونا چاہیے کہ احکامِ شریعت وطریقت کا عالم ہوتا کہ وہ مرید کو غیر شرعی باتوں کا حکم نہ دے۔ اگر مرید کو کسی ایسی بات کے کرنے کے لئے کہے، جن میں علماء کا اختلاف ہو تو ایسی صورت میں مرید کو وہی کرنا چاہیے جس کو اس کا پیر حکم دے۔ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

چنانچہ مرید کو سمجھ لینا چاہیے کہ شیخ نے کسی مجتہد کے قول کے مطابق ہی حکم دیا ہے۔ مرید کو پیر کے اشارے پر کام کرنا چاہیئے۔ جو شخص کسی پیر کا مرید ہوتا ہے' اس کو تحکیم کہتے ہیں۔ یعنی اپنے پیر کو اپنے حق میں حاکم بناتا ہے۔ پس جو کچھ پیر کہے اور مرید اس پر عمل نہ کرے تو یہ تحکیم نہ ہوئی اور اگر مرید پیر کے بعض قول اور فعل کا انکار کرتا ہے تو وہ مرید ہی نہیں ہوتا۔

اس کے بعد سلطان المشائخ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بڑھیا تھی وہ روزانہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آتی اور جھاڑو دیتی۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تم اس جھاڑو دینے سے کیا مقصد رکھتی ہو؟ کچھ بتاؤ تو سہی تا کہ تمہارا مدعا پورا کیا جا سکے۔ اس بڑھیا نے کہا کہ میں اس بارے میں ایک مقصد رکھتی ہوں۔ جب وقت آئے گا تو میں آپ کے سامنے بیان کروں گی۔

القصہ بڑھیا برابر یہ خدمت انجام دیتی رہی' یہاں تک کہ ایک خوبصورت نوجوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی۔ بڑھیا آئی اور شیخ سے عرض کیا کہ اس نوجوان سے کہیے کہ وہ مجھ سے نکاح کرے۔ شیخ نے بڑھیا کی یہ بات سن کر اپنے دل میں کہا کہ یہ عورت بڑھیا اور بدصورت ہے اور وہ لڑکا جوان اور خوب صورت ہے۔ ان دونوں کا جوڑ کیسے ہو سکتا ہے۔ شیخ تین روز شب خلوت میں رہے اور نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ تین شب و روز کے بعد آپ نے ان دونوں کو اپنے سامنے بلایا اور اس جوان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس بڑھیا سے نکاح کرلو۔

اس نوجوان نے نہایت رضا و رغبت سے آپ کی اس بات کو قبول کر لیا۔ پھر بڑھیا نے عرض کیا کہ آپ اس نوجوان سے کہیے کہ وہ جلوہ کرے جیسا کہ عروسی کی رسم ہے۔ شیخ نے حکم دیا کہ وہ ایسا ہی کرے اور ارشاد فرمایا کہ شادی کے موقع پر کھانا جو پک رہا ہے اسے دوگنا کریں۔ اس موقع پر بڑھیا نے عرض کیا کہ آپ اس نوجوان سے کہیں کہ وہ مجھے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر تخت پر بٹھائے۔

شیخ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ ایسا ہی کرو۔ جب اس نوجوان نے بڑھیا کو زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھایا تو اس بڑھیا نے کہا کہ اے شیخ! اس نوجوان نے مجھ کو خاک سے اُٹھا کر تخت پر بٹھایا ہے' اب اس سے کہیئے کہ مجھے پھر خاک میں نہ ڈالے۔ اس کام کو وفا کے ساتھ پورے کرے اور مجھے پیٹھ نہ دکھائے۔ شیخ نے اس جوان سے وہی کہا اور اس نے شیخ کی یہ بات سن کر تسلیم

کر لی۔"

یہ واقعہ محض ایک حکایت ہی نہیں کہ جو خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی بلکہ اس میں بے حد و حساب سبق بھی پنہاں ہے کہ مرید جب اپنا ہاتھ پیر کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے تو پھر اس کی اپنی مرضی تو رہتی نہیں جیسا کہ اس خوبرو نوجوان کے رویہ نے ثابت کیا۔

پیر کی عقیدت و محبت

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی سیر الاولیاء میں رقم ہے کہ "خوش اعتقاد مریدوں کے روشن دل پر یہ حقیقت واضح ہو کر مرید کے دل میں پیر کی عقیدت اس درجہ اور اس حد تک ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے زمانے میں اپنے پیر سے بڑھ کر کسی کو نہ جانے اور صرف یہ جانے کہ میرا پیر ہی اللہ کریم تک پہنچا ہوا ہے اور مجھے بھی پہنچا سکتا ہے۔

اگر سست اعتقاد مرید کے دل میں یہ خطرہ گزرے کہ دنیا میں میرے پیر جیسا کوئی ہے کہ جو اللہ تک پہنچا سکتا ہے تو یقیناً ایسے مرید کے دل پر شیطان ملعون قبضہ کر لیتا ہے۔ اس پر پیر کے ساتھ مشغولی کے ہر دروازے کو بند کر دیتا ہے۔ اس کے اعتقاد میں خلل ڈالتا ہے اور اسے ایسی ایسی راہیں دکھاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے اعتقاد و ارادت میں فساد واقع ہو۔ نعوذ باللہ۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اگر پیر اپنے مرید کے حالات کی جستجو کرے اور اس کے عمل کو اچھا نہ پائے لیکن اس کے اعتقاد کو درست اور مضبوط پائے تو ایسے مرید کے لیے فلاح کی کوئی امید ہو سکتی ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ہاں" اس کام میں اصل بات اعتقاد کی ہے جیسا کہ عالم ظاہر میں اصل ایمان ہے۔ جس طرح کہ ایمان کی دوستی کے لیے ضروری ہے کہ مومن کا اعتقاد و ایمان وحدانیت باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر درست ہو اسی طرح مرید کے لیے ضروری ہے کہ پیر کے حق میں اس کا اعتقاد درست ہو۔

یہی نہیں بلکہ مرید کے لیے اپنے پیر پر اس کا اعتقاد درست ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر اس کا اعتقاد درست نہیں ہوگا تو وہ اپنے پیر کی ہر بات کو من و عن تسلیم کس طرح کرے گا ہاں مگر یہ بات بھی ہے کہ جیسے مومن گناہ کے سرزد ہو جانے سے کافر نہیں ہو جاتا اسی طرح اگر مرید کا اعتقاد اپنے پیر کے ساتھ درست نہ ہو تو اس کی لغزش سے اس کے طریقت سے مرتد ہونے پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ جو شخص درست عقیدہ لے کر مرید ہونے آتا ہے وہ جواہر قابل کا مالک ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا دل اپنے درست عقیدہ کی وجہ سے فرحت حاصل کرتا ہے اور اپنے عقیدہ ہی کے مطابق ہر شخص اپنا حصہ حاصل کرتا ہے۔

اس کے بعد سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص لکھنوتی سے شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کس ارادے سے آئے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ

دعائے خیر کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے اپنے مریدوں اور فرزندوں سے فرمایا کہ اس کے لیے دُعائے خیر اور فاتحہ پڑھو۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو پھر اس شخص سے دوسری مرتبہ فرمایا کہ کس نیت سے آئے ہو؟ پھر اس نے عرض کیا کہ دُعائے خیر کے لیے اور فاتحہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ یہ سن کر رو دیئے اور فرمایا کہ عقیدہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ پھر دُعائے خیر اور فاتحہ کے بعد فرمایا کہ اس کا عقیدہ اس کے فعل سے اچھا ہے' کیونکہ فعل کا اثر اپنی ذات پر ہوتا ہے اور عقیدے کا غیر ہے۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک درویش کو سانپ نے کاٹ کھایا۔ اس درویش نے کہا کہ اگر میرا اعتقاد اپنے پیر پر صحیح ہے تو میرے لیے کسی علاج کی ضرورت نہیں اور اگر میرا عقیدہ اپنے پیر کے ساتھ درست نہیں تو پھر ایسے شخص کا تو مر جانا ہی زیادہ بہتر ہے۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے سوال کیا کہ ایک مرید ایسا ہے کہ جو پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور کچھ اوراد و وظائف بھی کر لیتا ہے' لیکن اپنے پیر کے ساتھ اس کی محبت و عقیدت اس کے دل میں پختہ ہے' اسی طرح ایک دوسرا مرید ہے جو نماز اور اوراد وظائف تو بکثرت کرتا ہے' اس نے حج بھی کیا ہے' لیکن اس کے دل میں اس کے شیخ کی محبت و عقیدت کم ہے۔ ان دونوں مریدوں سے بہتر کون ہے؟

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے پیر سے محبت رکھتا ہے اور عقیدت والا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ

جو مرید اپنے شیخ کا محبّ اور معتقد ہوتا ہے اس کا ایک وقت سست اعتقاد اور عبادت گزار مرید کے کئی وقتوں سے سے اشرف اور افضل ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بعضوں کا مذہب یہ ہے کہ اولیاء انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں' اس لیے کہ انبیاء زیادہ تر مخلوق میں مشغول رہتے ہیں یعنی وہ صاحب دعوت ہیں' لیکن ان کے نزدیک اولیاء' انبیاء پر اس لیے افضل ہیں کہ وہ شب و روز عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نظریہ سرتا سر باطل ہے' کیونکہ انبیاء زیادہ تر خلق کی اصلاح میں مصروف رہتے ہیں لیکن جس وقت بھی وہ حق کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں' ان کی وہ ایک گھڑی اولیاء کے سارے وقتوں سے بھی افضل ہے۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص تھا' جو میرا مرید ہوا۔ جب وہ میرے پاس سے چلا گیا تو کچھ عرصہ کے بعد میں نے اس کے احوال پر نظر کی۔ چند دن تک تو وہ راسخ الاعتقادی میں رہا' لیکن بعد مین پھر گیا۔ لیکن ایک دوسرا مرید تھا۔ جب میرے پاس سے گیا اور دیر تک مجھ سے دور رہا' لیکن اتنا زمانہ گزرنے پر بھی اس کا عقیدت مندانہ مزاج برقرار ہی رہا اور اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس کا مزاج نہیں بدلا تھا۔

اس کے بعد میری طرف رُخ کر کے فرمایا کہ یہ شخص بھی میری مریدی میں منسلک ہے' لیکن مزاج اس کا بھی متزلزل نہیں ہوا جیسا کہ مؤخر الذکر کا تھا۔ سلطان المشائخ یہ روایت بیان کر کے زار و قطار رونے لگے اور ارشاد فرمایا

کہ آج تک بھی میرے شیخ کی محبت و عقیدت اسی طرح برقرار ہے بلکہ اس سے محبت و عقیدت میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ سے جب پوچھا گیا کہ اگر مرید اپنے پیر کی خدمت میں کم پہنچ پاتا ہے لیکن اپنے گھر میں اپنے پیر کو بہت زیادہ کرتا ہے تو ایسے مرید کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص بہت بہتر ہے جو پیر سے غائب رہ کر بھی اس کو یاد کرے' بہ نسبت اس کے جو ہر وقت پیر کی خدمت میں موجود رہتا ہو اور باوجود اس قدر حاضری کے پیر کی محبت سے بے خبر ہو۔

سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز کو ایک دُعا ہاتھ لگی۔ فرمایا کوئی ہے جو اس دُعا کو یاد کر لے۔ میں نے خیال کیا کہ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ میں اس دُعا کو یاد کرلوں۔ آپ نے وہ دُعا مجھ کو دی۔ میں نے عرض کیا' کیا میں ایک دفعہ یہ دُعا آپ کے سامنے پڑھ لوں۔ پھر یاد کرلوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا پڑھو۔ جب میں نے پڑھی تو آپ نے اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح پڑھو۔ میں نے اسی طرح اس دُعا کو پڑھا جس طرح آپ فرماتے جاتے تھے۔ اگرچہ میرا پڑھنا بھی بے معنی نہیں تھا لیکن میں نے اسی طرح پڑھا جس طرح آپ فرماتے گئے۔ الغرض مجھے وہ دُعا اسی وقت یاد ہو گئی۔

پھر میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں دوبارہ اسی دُعا کو آپ کے سامنے پڑھو۔ فرمایا کہ پڑھو۔ اب کی مرتبہ میں نے اس دعا کو ان اعرابوں

کے ساتھ پڑھا جو شیخ نے اصلاح کیے تھے۔ جب میں شیخ کی مجلس سے باہر آیا تو مولانا بدر الدین اسحاق نے مجھ سے کہا کہ تم نے بہت ہی اچھا کیا جو شیخ کے بتائے ہوئے اعراب کے مطابق اس دُعا کو پڑھا۔ میں نے عرض کیا اگر سیبویہ بھی' جو کہ اس علم کا موجد ہے اور دوسرے وہ دانشور جو ان قواعد کے بانی ہیں' مجھ سے کہیں کہ اس دُعا کے اعراب وہی صحیح ہیں جو تم نے پڑھے تھے' میں تب بھی اسی طرح پڑھوں گا جیسا کہ شیخ نے مجھے تلقین کی ہے۔ شیخ بدر الدین اسحاق نے کہا کہ وہ آداب جو تم شیخ کی مجلس میں ملحوظ رکھتے ہو' سچ تو یہ ہے کہ ہم میں سے کسی میں بھی میسر نہیں۔

حضرت خواجہ قبلۂ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سعید محض ۲۲ تا ۲۳ برس ہی رہی ہو گی جب آپ نے حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے دستِ اقدس پر بیعت فرمائی۔ یعنی جس بچہ نے کم و بیش دس برس کی عمر میں اپنا گھر بار' ماں باپ' بہن بھائی چھوڑے تھے آج اس کو اپنی منزل مل گئی تھی۔ اس بچہ نے اس منزل کے لیے نہ معلوم کتنی ہی راتیں بھوک کی حالت میں گزاری ہوں گی مگر آج اس کی تمام محنتوں اور مشقتوں کا ثمر اس کو حاصل ہو گیا تھا۔

وہ بچہ اب اِس منزل کی طرف بڑھنے کے لیے تیار تھا کہ جب لوگوں نے اس کو نور محمد نہیں بلکہ قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے لازوال لقب سے یاد کرنا تھا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرشد کریم نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ آپ کا نام ہبل تبدیل کر دیا اور نور محمد رکھ دیا جس کو ہم سب لوگ آج تک یاد کرتے ہیں اور قیامت تک لوگ آپ کو یاد کرتے اور فیض

یاب ہوتے رہیں گے۔

یہ عاجز و مسکین بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی ہو اور میرے دادا مرشد اور محسن نے خواب میں آ کر میری مشکل کشائی نہ فرمائی ہو۔ مجھ کو جاننے والے لوگ جانتے ہیں کہ مجھ ناچیز پر کیسی کیسی افتاد نہیں ٹوٹیں مگر یہ میرے دادا مرشد ہی کا فیض لازوال ہے کہ میرے مخالفین اپنے کسی حیلہ میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

میرا تو یقین محکم ہے کہ حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تا قیامت جاری و ساری رہے گا اور مجھ جیسے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں عقیدت مندان فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ ایک مرتبہ ہوا یوں کہ میں لاہور میں تھا کہ مجھے گھر سے فون آیا کہ کوئی عزیز بیمار ہے چنانچہ جلدی گھر پہنچوں۔ میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ دربار میاں میر سرکار کی مسجد کا خطیب ہوں' جس قدر جلد ہوا گھر پہنچا۔

اپنے اس عزیز کی عیادت کی اور گھر آ کر سونے کی تیاری کرنے لگا مگر دل حد درجہ پریشان پریشان تھا۔ میں نے اپنے دل کو ادھر اُدھر لگانے کی بڑی کوشش کی مگر دل کی پریشانی دور نہ ہوئی۔ ایسا محسوس ہونا شروع ہوا کہ جیسے آج کوئی انہونی بات ہونے والی ہے۔ اتنے میں میرے مریدین بھی گھر پہنچنا شروع ہو گئے۔ ان لوگوں سے ملتے ملاتے رات کا تقریباً ایک ڈیڑھ بج گیا۔ اب حال یہ ہونے لگا کہ میری آنکھیں خود بخود بند ہونا شروع ہونے لگیں۔

میرے مریدوں نے اجازت لی اور مجھے آرام کرنے کا کہہ کر چلے گئے۔ میں جوں ہی بستر پر دراز ہوا میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور دادا مرشد خواب میں جلوہ افروز ہیں اور مجھے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اقبال! تم کیسی بے خبری کی نیند سو رہے ہو اور تمہارے دشمن گھر کے باہر پہنچنے والے ہیں۔ اپنا کوئی انتظام کرو۔

اس وقت میری آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی اور ایسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے میں کبھی سویا ہی نہیں تھا میں نے جلدی سے اپنا بیگ تیار کیا اور گھر سے باہر نکلنے کے لئے دروازے کی طرف بڑھا۔ اتنے میں میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی اور کسی انجان شخص نے بڑے ادب سے سلام کر کے کہا کہ ہمیں بہت بڑی پریشانی نے گھیر لیا ہے اور آپ ہی اس پریشانی کو ہم سے دور کر سکتے ہیں۔ آپ اگر ہم کو ملنے کی اجازت دے دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔

میں نے کہا کہ آپ آدھے گھنٹے کے بعد فون کرنا۔ بس اتنی دیر میں میں گھر سے باہر نکلا اور اپنے ایک مرید سے کہا کہ اپنی کار لے آئے۔ وہ کار لے آیا اور میں نے اس سے بتایا کہ مجھے وہ فوراً لاہور پہنچا دے۔ رات کے تقریباً دو یا پونے دو بجے کا وقت ہو گا۔ سڑکیں سنسان تھیں چنانچہ ہم لوگ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں لاہور پہنچ گئے۔ اس اثناء میں مجھے دو تین مرتبہ فون آیا مگر میں نے ان کو باتوں میں لگائے رکھا۔

جب ہماری گاڑی دربار حضرت میاں میر سرکار کے قریب پہنچی تو میں نے اپنے مرید سے کہا کہ اب وہ واپس ہو جائے اور کسی سے مجھے یہاں

چھوڑنے کا ذکر بھی نہ کرے۔ ابھی میں گاڑی سے اُترا ہی تھا کہ فون پھر آ گیا۔ میں نے فون کو آن کرتے ہی کہا کہ بھائی صاحب میں تو گھر کے باہر کھڑا ہوں آپ لوگ کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم بھی آپ کے گھر کے دروازے کے باہر کھڑے ہیں آپ کس طرف ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تو اپنے دربار میاں میر صاحب والے گھر کے باہر کھڑا آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ ہم تو فیصل آباد میں ہیں۔

پھر میں نے فون پر سنا کہ کئی لوگ چیخ چیخ کر باتیں کرنے لگے میں نے فون بند کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ اگر حضور قبلہ عالم میری دستگیری نہ فرماتے تو یقیناً میرے دشمن مجھے نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو چکے ہوتے یہ ایک چھوٹا سا واقعہ تھا جو کہ آپ کی نذر کیا ہے ورنہ واقعات تو بہت سے ہیں اور یقیناً ان کو قلم بند کرنے کیلئے علیحدہ سے ایک کتاب کی ضرورت ہو گی۔ ان چند صفحات پر تو یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے دادا مرشد کی نوازشات کریمانہ کا کماحقہ احاطہ کر سکوں۔

مرشد کے ساتھ پہلا سفر

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تو اپنے مرشد پاک کے ساتھ بہت سے سفر کیے ہوں گے مگر یہ جو سفر تھا وہ بیعت کرنے کے بعد پہلا سفر تھا۔ آپ پہلے تو محض ایک طالب علم تھے اور آپ کے ساتھ دیگر کئی ایک طلباء ہوتے تھے مگر اس سفر میں آپ ہی اپنے مرشد پاک کے ہمراہ تھے۔

تذکرۂ خواجگان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق دہلی میں تشریف آوری کے

بعد حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پاک پتن شریف کا سفر مبارک اختیار کیا۔ آپ بھی حضرت مولانا صاحب کے ساتھ تھے۔ میلوں کا یہ سفر حضرت مولانا صاحب نے پاپیادہ ہی طے کیا۔ پاؤں میں جب چھالے پڑ جاتے تو ان پر مہندی لگاتے۔ تھک جاتے تو کہیں شب باشی کر لیتے۔ ابھی مکمل آرام بھی نہ کرتے کہ دوبارہ پھر روانہ ہو جاتے۔

دہلی سے آپ دونوں پہلے پانی پت تشریف لائے اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف میں قیام کیا۔ اس کے بعد لاہور تشریف لائے اور یہاں بھی آٹھ روز تک قیام فرمایا۔ (یہاں یہ نہیں معلوم ہو پایا ہے کہ آپ نے یہاں کن کن بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دی اور کن کن بزرگوں سے ملاقاتیں کیں)۔ کیونکہ لاہور میں بڑے بڑے آستانے موجود ہیں اور اس دور میں یہاں بڑی بڑی ہستیاں زندہ موجود تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس دور میں حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی لاہور ہی میں تشریف فرما تھے۔ عین ممکن ہے کہ آپ کی ملاقات بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ہوئی ہو۔

لاہور سے دونوں بزرگ ایک مرتبہ پھر عازم سفر ہوئے اور اس مرتبہ قصد کیا' پاک پتن شریف کا۔ ابھی پاک پتن شریف کچھ فاصلہ پر ہی تھا کہ ایک قریبی گاؤں میں قیام کیا۔ رات کے پچھلے پہر جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ نے اپنے مرشد پاک کو موجود نہ پایا۔ آپ حد درجہ پریشان ہو گئے چاروں طرف نظر دوڑائی تو مرشد کریم کی نعلین مبارک پر نظر پڑی تو یہ خیال پختہ ہو گیا

کہ مرشد پاک اکیلے ہی پاک پتن تشریف کے لیے روانہ ہو چکے ہیں اور درگاہ شریف کے احترام میں اپنی نعلین مبارک نہیں پہن کر گئے مبادہ گستاخی نہ ہو جائے۔ آپ بھی جلدی جلدی پاک پتن کی طرف چل دیئے۔

حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کو آپ نے راستہ میں جا لیا اور وہ آپ کو دیکھ کر از حد خوش ہوئے۔ جب آپ لوگ درگاہ شریف پہنچے تو صبح نمودار ہو چکی تھی۔ اس وقت کے سجادہ نشین دیوان حضرت خواجہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آپ دونوں کی حد درجہ تواضع کی اور آرام کرنے کے لیے درگاہ عالیہ کے قریب ایک حجرہ دے دیا۔ جہاں آپ دونوں قیام پذیر ہو گئے۔

ابھی وہاں چند ہی روز قیام کیا تھا کہ مرشد گرامی نے حکم فرمایا کہ ''مولانا نور محمد! عرس میں تو ابھی دیر ہے تم ایسا کرو کہ مہار چلے جاؤ اور والدہ سے مل آؤ۔ عرس سے پہلے آ جانا۔'' آپ وہاں سے چلے اور مہار چلے آئے۔ سب سے پہلے آپ اپنی والدہ صاحبہ کے پاس حاضر ہوئے اور قدمبوسی کی سعادت حاصل کی۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ بیعت ہونے کے بعد جب حضرت خواجہ فخر نے پاک پتن حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو اس سفر میں خواجہ نور محمد مہاروی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ پاک پتن میں حاضری کے بعد شاہ فخر نے ان کو حکم دیا کہ مہار جا کر اپنی والدہ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کریں' وہ اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل میں اسی درویشانہ وضع میں اپنے وطن پہنچے اور پہلے اپنے استاد حافظ محمد مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لوگوں نے ان کی والدہ کو اطلاع

دی کہ ایک درویش دہلی سے آیا ہے تم بھی اپنے لڑکے کی خیریت اس سے جا کر پوچھ لو۔ ان کی والدہ صاحبہ عاقل بی بی نقاب ڈال کر آئیں اور اپنے لڑکے کی خیریت پوچھنے لگیں۔ حافظ صاحب مسکرانے لگے جبکہ آپ نے دوڑ کر ماں کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔

اس کا مطلب یہی ہوا کہ آپ ایک طویل عرصہ کے بعد اپنی والدہ کے پاس آئے تھے کہ آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو پہچانا ہی نہیں۔ یہ بھی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حضرت قبلۂ عالم کا قیام مہار شریف میں رہا آپ تمام دن مسجد میں رہتے اور زیادہ تر آپ حالت مراقبہ میں رہتے تھے۔ ایک روز یوں ہوا کہ آپ کے استادِ محترم کے ایک قریبی دوست حافظ شرف الدین نے آپ سے پوچھا کہ میاں صاحبزادے دہلی میں اتنے دن تک رہے، کچھ حاصل بھی کیا یا یوں ہی واپس چلے آئے ہو۔

آپ نے عرض کیا کہ ''ہندوستان کے پیر زادوں میں سے ایک صاحبزادہ صاحب دکن سے دہلی تشریف لائے، میں ان کی خدمت ہی میں رہا اور ان کی دیگچیاں چاٹتا رہا۔'' یہ سن کر وہ بولے کہ افسوس تم نے عمر بھر دیگچیاں چاٹنے میں گزار دی۔ آپ کے استاد صاحب بھی افسوس کرنے لگے انہوں نے کہا کہ حالانکہ مولوی احمد یار، مولوی محمد صالح اور مولوی اسد اللہ فارغ التحصیل ہو کر آئے اور تم وہاں صرف دیگچیاں ہی چاٹتے رہے۔

افسوس کہ ان لوگوں کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ آپ نے تو بات رمز میں کہی تھی۔ یقینی بات ہے کہ جو بات رمز میں کہی جاتی ہے وہ بات صرف رمز شناس ہی جان سکتا ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ سونے کی پہچان صرف جوہری ہی

کر سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔ حالانکہ آپ کے استاد محترم حافظ مسعود صاحب بھی جہاندیدہ شخص تھے مگر اپنے عظیم رتبہ شاگرد کی رمز والی بات وہ بھی نہ سمجھ پائے۔

آپ نے کچھ عرصہ مہار شریف میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس قیام کیا یہاں یہ بتانا بھی بہت ضروری ہے کہ آپ کا دن کا زیادہ تر وقت مسجد ہی میں گزرتا تھا محض رات کے وقت آپ گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اب آپ نے ایک مرتبہ پھر مہار شریف کو خیرباد کیا اور پاک پتن شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں آپ سب سے پہلے اپنے مرشد کامل کے پاس حاضر ہوئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب آپ مہار شریف سے روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ حافظ شرف الدین اور آپ کے استاد محترم بھی تھے۔ اب ہوا یوں کہ جونہی آپ سب لوگ پاک پتن شریف پہنچے تو لوگوں نے دوڑ دوڑ کر حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی شروع کر دی۔ حافظ شرف الدین صاحب بہت حیران و ششدر ہوئے۔

آپ نے اپنے ہمرائیوں کے ساتھ پہلے تو درگاہ عالیہ بابا فرید پر حاضری دی اور پھر اپنے مرشد کامل کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ کے مرشد پاک کی نظر جونہی آپ پر پڑی وہ فرطِ جذبات میں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ہی تھا کہ آپ کے مرشد نے آپ کو اُٹھا کر کھڑا کیا اور گلے سے لگا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے آپ سے آپ کے تمام گھر والوں کے احوال فرداً فرداً دریافت کیے۔

آپ کے مرشد کامل نے اب آپ کو حکم فرمایا کہ مولانا نور محمد اب تم بُرج نظامی میں قیام کرو اور وہیں عبادت کیا کرو۔ یقینی بات ہے کہ وہاں آپ کے مرشد نے آپ کو مخصوص عبادات کا حکم ارشاد فرمایا ہوگا۔ اب یوں ہونے لگا کہ اس دوران جو بھی شخص مرید ہونے کے لیے آتا آپ کے مرشد اس کو آپ کی طرف روانہ کر دیتے اور اس کو یہ بھی فرمایا کرتے کہ اس کی بیعت دراصل ہماری ہی بیعت ہے۔ اس دوران بہت سے لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

یہ وقت تھا جب حضرت شیخ الکبیر خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ علیہ الرحمۃ کا عرس مبارک ہو رہا تھا۔ جب عرس مبارک کا دور گزرا تو آپ کے مرشد کامل نے ارشاد فرمایا کہ اب ایسا کرو کہ تم مہار میں کچھ عرصہ گزار آؤ۔ کیونکہ میں نے ابھی کچھ عرصہ یہاں قیام کرنا ہے۔ مرشد کے حکم سے آپ ایک مرتبہ پھر مہار شریف چلے آئے اور یہاں ایک مرتبہ آپ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ خلاصۃ الفوائد کے مطابق آپ نے یہاں تقریباً سوا دو ماہ قیام فرمایا اور جب مرشد کریم کی یاد زیادہ ستانے لگی تو آپ پاک پتن شریف چلے آئے۔

مناقب المحبوبین میں رقم ہے کہ جب حضرت مولانا صاحب پاک پتن شریف تشریف لائے اور یہاں چند ماہ قیام فرمایا تو لنگر کا تمام تر انتظام حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ہی سپرد تھا۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ خرچ تمام کا تمام ختم ہو گیا۔ اس بات کی اطلاع جب حضرتِ خواجہ نے مرشد کے گوش گزار

کی تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ بھی موجود ہے اس کو فروخت کر کے لنگر کا انتظام کیا جائے۔

آپ نے عرض کیا حضور! صرف آپ کی تلوار ہی ہے اور تو کوئی چیز نہیں ہے مرشد نے ارشاد فرمایا کہ اسی کو فروخت کر دو مگر لنگر کا انتظام کرو۔ اسی رات کو اتفاقاً چوروں نے کام دکھایا اور وہی تلوار اُڑا کر لے گئے۔ صبح آپ نے جب یہ خبر مرشد پاک کے گوش گزار کی تو انہوں نے فرمایا' الحمد للہ! ہمارے توکل کو تلوار کے فروخت کرنے سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اچھا ہوا کہ چوری ہو گئی۔

دوسری طرف یہ ہوا کہ چوروں نے اس تلوار کو کسی طرح نواب ہاشم خان ہانس کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ جب سے نواب صاحب نے تلوار کو خریدا' اسی دن سے ان کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ ایک سے ایک بڑے حکیم کو بلوایا گیا مگر کسی بھی طرح افاقہ نہ ہوا۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ یہ تلوار ہی جب سے آئی ہے طبیعت خراب رہنے لگی ہے چنانچہ یہ کسی کو دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس تلوار کو دیوان صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اور نواب صاحب کی طبیعت درست ہونے لگی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک عرصہ تک وہ تلوار دیوان صاحب کے خاندان کے پاس موجود رہی۔

رفتہ رفتہ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ تلوار کا قصہ ہے چنانچہ اس تلوار کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ گئی۔ اسی لیے حضور بابا گنج شکر علیہ الرحمۃ کے سجادگان نے اس تلوار کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کے

رکھا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے کہ حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک لوہے کا قلم تھا جو کہ آپ کو حضرت خواجہ مہاروی نے عطا فرمایا تھا۔ یہ قلم بھی چوری ہو گیا تھا۔ واقعہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ

مناقب المحبوبین میں درج ہے کہ "خواجہ محمود مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ "ایک دفعہ میں سنگھڑ شریف (تونسہ شریف) میں چاشت کے وقت حضرت غوث زماں خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ میں عین مشغولی کی حالت میں حاضر ہوا۔ آپ مراقبہ میں مشغول تھے اور چہرۂ مبارک پر بہت مسرت و بشاشت نمایاں تھی۔ میں نے عرض کیا یا حضرت! آج میں آپ کے چہرۂ مبارک پر بہت مسرت پاتا ہوں۔ فرمایا ہے' صاجزادہ صاحب آج میں بہت خوش ہوں کہ آج میں نے ایک دادا پیر حضرت قبلہ فخر الدین صاحب کی دو دفعہ زیارت کی ہے۔ فرماتے تھے کہ "اے محمد سلیمان وہ فولادی قلم جو انتقال کے وقت میں نے تمہیں دیا تھا اور وہ گڑھی اختیار خان میں چوری ہو گیا تھا۔ اس قلم کو جس نے چوری کیا تھا اس کی بنیاد ہی جڑ سے اکھڑ گئی اور وہ شخص جس نے پاک پتن میں میری تلوار چرائی تھی۔ ہمیشہ اس کی نسل میں تلوار چلتی رہے گی۔"

حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ نے یہ قلم بعد از وصال عطا فرمایا تھا اس کا واقعہ مناقب المحبوبین ہی میں آگے چل کر کچھ یوں تحریر ہے کہ

حضرت مولانا صاحب نے وصال کے وقت تاج محمود چشتی کو فرمایا تھا کہ میاں نور محمد مہاروی کے مریدوں میں سے ایک شخص سلیمان نامی ملاقات کے لیے آ رہا ہے۔ ظاہری ملاقات مقدر میں نہیں ہے۔ جب وہ آئے میرا سلام کہنا اور یہ فولادی قلم اس کو دے دینا۔ ایک شام مغرب کے بعد حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب کے مزار مبارک پر حسب معمول خاموش بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور پرسش احوال اور شناخت کے بعد حضرت مولانا صاحب کی طرف سے سلام پہنچایا اور ایک فولادی قلم آپ کو دیا اور کہا کہ یہ قلم حضرت صاحب کی طرف سے میرے پاس امانت کے طور پر تھا۔ حضرت کا حکم تھا کہ آپ کو دے دوں چنانچہ میں نے حکم پورا کر دیا ہے۔" یاد رہے کہ آپ کی عمر سعید ابھی پندرہ یا سولہ برس تھی۔



مرشد کامل

حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ قبلۂ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسی رفیع المرتبہ شخصیت کے مرشد کامل کا نام نامی اسم گرامی حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ تھا۔ آپ ایک بڑی روحانی شخصیت یعنی حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت خواجہ کی ولادت باسعادت ۱۱۲۶ ہجری بمطابق ۱۷۱۷ عیسوی میں ہوئی۔

آپ کو ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا یہی نہیں بلکہ آپ نے بچپن ہی میں اپنے والد گرامی کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کر لی تھی یعنی نہایت کم عمری ہی میں آپ نے روحانی سفر کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ الشیوخ العالم شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے والد گرامی قدر حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی نے

حضرت شاہ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کی تھی اور ان ہی کی ہدایت پر آپ نے دکن میں جا کر اپنی خانقاہ قائم کی تھی۔ یہاں آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور لوگوں کو راہِ ہدایت سے آشنا کیا۔ آپ نے دکن میں کئی ایک جگہوں پر قیام فرمایا۔

آپ کے والد گرامی قدر نے آخرکار اورنگ آباد کو منتخب فرمایا اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی خانقاہ بہت ہی جلد روحانی تحریک کا ایک مستند مرکز بن گئی جہاں دن رات بے شمار لوگ حصول فیض کے لیے بے تابانہ دوڑے چلے آتے تھے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے ہی آپ کو ہدایات جاری فرماتے اور آپ ان پر کما حقہ عمل فرمایا کرتے تھے یعنی کلی طور پر رابطہ بحال تھا۔

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آباد علیہ الرحمۃ زیادہ تر سلاطین و امراء سے میل جول پسند نہیں کرتے تھے اور اگر وہ کوئی تحائف وغیرہ بھیجتے تو آپ پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہی سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کا اسلوب رہا ہے۔ آپ نے اپنے مریدین و عقیدت مندان کی تربیت اور اصلاح کی خاطر ایک کتاب ''نظام القلوب'' بھی تصنیف فرمائی۔ آپ نے ۱۲ ذوالقعدہ ۱۱۴۲ ہجری بمطابق ۱۷۳۰ء کو وفات پائی۔

حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کی عمر سعید اس وقت محض سولہ برس ہی تھی کہ جب آپ کو اپنے والد کی جدائی کو برداشت کرنا پڑا۔ آپ نے والد گرامی کی وفات کے بعد بھی سلسلۂ تعلیم کو ختم نہیں کیا بلکہ تین برس تک تعلیم

حاصل کرتے رہے۔ اب اگرچہ آپ اپنے والد گرامی کے سجادہ نشین تھے مگر آپ نے اس کے باوجود لشکر میں ملازمت اختیار کر لی۔ لشکر میں ملازمت کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ آپ نے عبادات' ریاضات و مجاہدات سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی بلکہ آپ نے اس دوران ان میں اور بھی زیادہ محنت و مشقت سے کام لیا۔ آخرکار وہ وقت بھی آ گیا کہ آپ نے ملازمت کو خیرباد کہا اور واپس اورنگ آباد آ کر مسند نشین ہو گئے۔

آپ نے کچھ عرصہ تک اورنگ آباد میں ہی سکونت اختیار کی اور جب وہاں کے معاملات کوئی دوسرا چلانے والا مل گیا تو آپ نے دہلی کے لیے رخت سفر باندھا۔ آپ نے دہلی میں پہنچ کر گڑھ چھلیل یا بھومیل میں ایک مدرسہ میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اگرچہ یہ بات اب یعنی کچھ عشروں سے ہمارے پیروں میں متروک ہو چلی ہے اور ہمارے پیران کرام اب درس و تدریس کو سکولوں' مدرسوں اور کالجوں کی ذمہ داری خیال کرنے لگے ہیں۔

بڑے بڑے پیر خانوادوں کے حالات پر اگر آپ نظر ڈالیں تو وہ اپنی اولادوں کو درس دینا تو بہت دور کی بات ہے انہیں مدرسوں کی بھی ہوا نہیں لگنے دیتے اور مہنگے سے مہنگے انگریزی سکول اور کالج میں داخل کروانا فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اور ہماری اولادیں اپنی مذہبی و اخلاقی اقدار سے عاری ہوتے چلی جا رہی ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الکبیر خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا اور ایک طرح سے عشق تھا کہ آپ کو جب بھی فرصت

ملتی آپ فوراً پاک پتن کے لیے روانہ ہو جاتے اور وہاں ایک دو روز نہیں بلکہ مہینوں قیام کرتے۔ اس مرتبہ حضور بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے دربار گوہر بار کے سجادہ نشین دیوان شیخ محمود یوسف رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے بہت ہی زیادہ خلوص و محبت اور یگانگت اور اپنائیت کا مظاہرہ کیا اور آپ کو قیام کے لیے اپنا کمرہ دے دیا۔

یہ سلوک بھی اب ہم موجودہ پیروں میں ذرا کم ہی دیکھ رہے ہیں۔ کسی پیر سے ملنے کے لیے جب کوئی جاتا ہے تو وہ ہر آنے والے کو اپنا مرید اور غلام ہی خیال کرتا ہے۔ اگرچہ مریدین اور دوسرے احباب میں آخر کچھ تھوڑا بہت تو فرق ملحوظ رکھنا ہی چاہیے۔ مگر وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو ہمارے پاس چل کر آ گیا ہے وہ یقیناً ہم سے کمتر ہی ہے۔ اسی لیے اب صورت حال ایسی ہے کہ اکثر اوقات پیروں اور سجادگان کی ملاقات محافل یا پھر اعراس ہی میں ہوا کرتی ہے۔

یہاں مجھے ضمناً ایک پیر صاحب کا سلوک اس فقیر کے ساتھ یاد آ گیا ہے عرض کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ اس فقیر نے اپنے ایک دوست اور محسن جناب محمد بشیر احمد صاحب شیراز بیکری والے سے کہا کہ بشیر صاحب کیوں نہ کسی روز خواجہ غلام قطب الدین فریدی کو ملنے چلیں۔ بشیر صاحب خواجہ صاحب کے مرید ہیں اور خواجہ صاحب ان پر بڑی نظر کرم فرماتے ہیں۔

بشیر صاحب نے کہا کہ چلیں کل صبح ہی چلتے ہیں۔ صبح بشیر صاحب نے قبلہ خواجہ صاحب سے کہا کہ ہم آج آپ کے ہاں حاضر ہو رہے ہیں۔ خواجہ

صاحب نے فرمایا کہ ہم سے کیا مراد ہے تو انہوں نے بتایا کہ چند احباب بھی ہیں تو وہ بولے کہ آ جائیں میں انتظار کر رہا ہوں۔

یہ بندۂ ناچیز' پیر میاں محمد امین ساجد اور بشیر صاحب' بشیر صاحب ہی کی گاڑی میں خواجہ صاحب کے آستانہ واقع والٹن پہنچے۔ خواجہ نے کمال طریقہ سے ہمارا استقبال فرمایا اور اپنے ساتھ ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ آپ نے صبح بشیر صاحب کے فون کے بعد بڑی عجلت میں ہمارے لیے کھانے کا اہتمام فرمایا تھا۔ ٹھیک ایک بجے آپ نے فرمایا کہ آئیں جناب کھانا تناول فرمالیں۔ کھانے کے بعد چائے بھی پیش کی گئی۔

اگرچہ ایسے ایسے کئی واقعات خواجہ صاحب کی ذات بابرکات سے بندۂ ناچیز کو حاصل ہوئے ہیں مگر ایسے واقعات دوسرے پیروں اور مشائخ سے ذرا کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

خیر ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ پاک پتن میں پہنچے اور کچھ دن قیام فرمایا۔ چند روز یا چند ہفتوں کے قیام کے بعد آپ واپس دہلی تشریف لائے اور پھر ایک مرتبہ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ چند روز تک تو آپ نے کٹہرہ پھلیل ہی میں درس و تدریس فرمائی مگر ازاں بعد آپ اجمیری دروازہ میں چلے آئے اور یہاں آ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

روایات سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ آپ نے کون سے مدرسہ میں درس و تدریس فرمائی' ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی قیام گاہ پر ہی درس و

تدریس فرماتے ہوں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے یہاں یعنی اجمیر دروازہ میں آ کر صرف درس و تدریس ہی کا آغاز نہیں فرمایا بلکہ روحانیت کی تعلیم اور فیض تقسیم کرنے کا بھی باقاعدہ آغاز فرمایا۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے عبادات و ریاضات کا دورانیہ بھی بڑھایا ہی نہیں بلکہ آپ نے مطالعہ میں بھی وقت گزارنا شروع کیا اور بہت سی کتابیں بھی آپ نے جمع فرمائیں اور معقول لائبریری قائم کر لی۔

اسی دوران آپ نے تصنیف و تالیف پر بھی اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور کچھ کتابیں تحریر فرمائیں جن میں سے نظام العقائد' رسالہ مرجیہ اور سراالحسین نے بہت شہرت حاصل کی۔ آپ غور فرمائیں کہ پہلے وقتوں میں ہمارے بزرگوں کے اشغال تھے کہ پڑھنا اور پڑھانا اسی کے ساتھ ساتھ جب وہ دیکھتے کہ بعض اوقات مریدین سوالات کرنے میں ہچکچاہٹ سے کام لیتے ہیں تو وہ کتابیں تحریر کر کے ان کی تشنگی کو دور کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اب ہمارے مشائخ کو محافل کی زینت بننے سے ہی فرصت نہیں ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ فخر الدین بہت ہی جاذبِ نظر اور پُرکشش شخصیت تھے آپ کے پاس جو بھی حاضر ہوتا وہ آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ آپ کے پاس آنے والے بہت سے ایسے لوگ جو ایک عرصہ سے گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے راہِ راستہ پر آ گئے اور بہت سے جرائم پیشہ افراد نے جرم کے ارتکاب سے توبہ کر لی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ

بھی آپ کے بہت اچھے تعلقات استوار تھے اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بہت عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔

حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ اتباع شریعت کو ہمہ وقت ملحوظِ خاطر رکھتے تھے اور کوئی بھی ایک لحہ شریعت کے بغیر نہیں گذارتے تھے یہی نہیں بلکہ آپ اپنے پاس آنے والے اپنے عقیدت مندوں کو بھی یہی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس کا اظہار آپ نے اپنے ملفوظات میں بارہا فرمایا ہے اور آپ نے بارہا اتباع شریعت کی تلقین فرمائی ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فکری لحاظ سے آپ وحدۃ الوجود کے فلسفہ کے قائل تھے مگر آپ اس موضوع پر کسی سے بحث مباحثہ پسند نہیں فرماتے تھے۔ دوسری طرف آپ سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کی تعلیمات کے عین مطابق امراء وسلاطین کے ساتھ ساتھ امیر کبیر لوگوں کے ساتھ میل جول و روابط بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اتنی مرتبہ حکومت وقت کی طرف سے لنگر خانے کے لیے کئی دیہات بھی پیش کیے گئے مگر آپ نے صاف انکار فرما دیا۔

دراصل یہ زمانہ بہت ہی پرآشوب تھا اور مسلمانوں کے لیے یہ یقیناً دورِ انحطاط تھا۔ اس دور میں آپ نے حتیٰ الامکان اصلاح معاشرہ کی کوششیں کیں اور اہل اسلام کو اسلامی تعلیمات کی طرف نا صرف راغب بلکہ ان کی راہنمائی کی بھی فرمائی۔ آپ ایک بیدار مغز اور صاحب نظر بزرگ تھے آپ کے درِ اقدس پھر اگر غیر مسلم بھی آتا تو وہ بھی فیض حاصل کیے بغیر نہیں جاتا تھا۔ بہت سے غیر مسلموں نے آپ کی اس ذرہ نوازی کی وجہ سے اسلام قبول کرلیا

تھا۔ اگرچہ اس دور میں مسلمانوں میں کمزوری نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ مگر آپ نے اپنی تبلیغ کو جاری رکھا۔

پوری زندگی آپ نے دین متین کے وقف کیے رکھی اور اپنی آخری سانس تک آپ اسی میں مصروف و مشغول رہے تا آنکہ آپ ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ ہجری بمطابق ۱۷۸۵ عیسوی کو واصل بحق ہوئے۔ آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی چنانچہ آپ کا مزار اقدس بھی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس کے قریب ہی بنایا گیا۔

آپ کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے چند خلفا نے بہت شہرت حاصل کی۔ حضرت شاہ نیاز احمد نے یو۔ پی میں، حاجی لعل صاحب نے دہلی کے گرد و نواح میں، شاہ محمد عظیم اور میر محمد علی نے دہلی میں، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی نے پنجاب میں، حضرت مولانا جمال الدین نے رام پور میں، میر ضیاء الدین نے جے پور میں، میر شمس الدین نے اجمیر میں، مولوی عبد الوہاب نے بیکا منیر میں اور محمد غوث نے کرت پور میں تبلیغ و ترویج دین کا کام پوری تندہی سے انجام دیا۔

حضرت خواجہ شاہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے ایک ہی فرزند ذی شان، حضرت خواجہ غلام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو آپ کے وصال فرمانے کے بعد مسند آرائے سجادہ ہوئے۔ آپ بھی اپنے والد گرامی کی طرح زہد و تقویٰ و عبادات میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے ۱۲۳۳ ہجری بمطابق ۱۸۱۷

عیسوی میں وصال فرمایا۔

مناقب المحبوبین میں مولوی محمد عمر رقم فرماتے ہیں کہ ''جس روز مہار شریف میں قبلہ عالم کو حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر ملی تو اس واقعہ سے آپ پر اور آپ کے پاس موجود عقیدت مندوں پر جو گذری سو گذری' ایک روز میرے پیر و مرشد مولانا نور محمد نارووالہ نے مجھے فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالم کا فراغت کا وقت ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں نے ایک رات عشاء کی نماز کے بعد خبر کی تو آپ حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خواجہ صاحب کی وفات کا آپ کو بہت غم ہے بھلا ہم آپ کو کس طرح صبر کے لیے عرض کریں البتہ کسی طرح بھی آپ کی تسکین خاطر حاصل ہو جائے تو بہت ہی بہتر ہے۔

آپ فرماتے تھے ایسے اشخاص کے لیے موت کا لفظ استعمال کرنا درست نہیں ہاں مفارقت کہا جا سکتا ہے ممات نہیں اور ایک طرح کی مفارقت تو پہلے بھی تھی جو حق تعالیٰ اولیاء اللہ کے فیض کو بند نہیں کرتا' اور یہ الفاظ مکرر ارشاد فرماتے۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے تو پہلے ہی مجھے دیدہ و دانستہ مفارقت میں رکھا ہوا تھا اور یہ بے حکمت تو نہ تھا۔

پھر یہ ارشاد فرمایا کہ تسکین بھی مشیت کے مطابق ہوتی ہے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس آفتابِ ہدایت تھی۔ ایسی ذاتِ عالی کو حق تعالیٰ عالم ظاہرہ میں قائم رکھتے تو ہر شخص قیامت تک زیارت سے فیضیاب ہوتا مگر تقدیر الٰہی یہی تھی اس لیے پردہ فرما گئے۔ اس واقعہ کا بعض صحابہ کرام پر یہ اثر ہوا کہ اُن

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوئے۔

جب صحابہ کرام جو اس قدر کمالات کے حامل تھے' بے اختیار ہو گئے تھے تو ان کے برابر تو کوئی بھی نہیں ہے۔ دوسری رات یہ فرمایا کہ حضرت خواجہ کی مفارقت سے اس قدر غمگین ہوں اور میرے دل میں ایسا اندوہ ہے کہ چاہتا ہوں کہ سب سے چھپ چھپا کر کسی جنگل کی طرف چلا جاؤں اور وہیں بیٹھا رہوں نہ کوئی میرے نزدیک آئے اور نہ میں کسی کو دیکھوں۔

مناقب المحبوبین ہی میں درج ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرتِ خواجہ کی ذاتِ شریف کیا کمال تھی کہ جس طرح کے دہلی میں آئے تھے اسی طرح کے پاک و صاف دنیا سے رخصت ہو گئے۔ نہ کسی سے کچھ لینا اور نہ کسی کا کچھ دینا تھا۔ اپنے بعد کوئی نزاع نہ چھوڑا۔ آپ کی بیماری کے دوران دو ہزار روپیہ دکن سے آپ کی خدمت میں آیا آپ نے اسی وقت بارہ سو روپیہ ان قرض خواہوں کو دے دیا جن سے لنگر کے لیے قرض لیا ہوا تھا اور باقی آٹھ سو روپیہ مستحقین میں تقسیم کر دیا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ ایک مرتبہ وضو کرتے وقت بہت خوش تھے۔ بندہ سے پوچھا کہ تمہارے آبا و اجداد کیا کسب کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ زراعت کرتے تھے' مویشی چراتے تھے اور ان کا دودھ دوہتے تھے' اور اب آپ جو حکم فرمائیں۔ آپ نے قدرے سکوت کے بعد ارشاد فرمایا کہ

''اب میں تمہیں اپنا کسب سکھاؤں گا۔''

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک

مرتبہ میں اجمیر شریف کے راستہ دہلی میں حاضر ہوا۔ جس دن میں دہلی پہنچا اور حاضر خدمت ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ اپنے مکان پر چاندنی کی چھت کے نیچے دیر سے تشریف فرما ہیں اور میرا ہی انتظار کر رہے ہیں۔ جب میں اور میرے رفقا قدم بوس ہو چکے تو ہم سب کے لیے گلاب کا ٹھنڈا اور میٹھا شربت عنایت فرمایا اور فرمانے لگے کہ تمہارے لئے ایک اچھا سا عمل نکال کر رکھا ہوا ہے۔ میرے حاضر ہونے سے قبل بھی آپ اپنے دوستوں سے فرما رہے تھے کہ ہم نے ایک اچھا سا عمل تلاش کر کے رکھا ہوا ہے فلاں کو بتائیں گے۔

چنانچہ چند دنوں کے بعد' جب کہ حضرتِ خواجہ ایک علیحدہ' مقام پر بہت خوش وخرم تشریف فرما تھے تو مجھے یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ اس جگہ اور تو کوئی دوسرا موجود نہیں میں نے عرض کیا کہ کوئی نہیں ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ دیکھ کوئی چھپ کر نہ بیٹھا ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی نظر تو نہیں آ رہا۔ اس کے بعد از راہ کرم وہ عمل مجھے تلقین فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کو اس کام کے اہل سمجھو تو پھر اسے بتانا اور ہمارے تمام عملوں کو پوری حفاظت سے رکھنا' ایسا نہ ہو کہ کوئی دغا بازی سے لے جائے اور بے محل صرف کرتا پھرے۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی عِشاللہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرتِ خواجہ کی ذاتِ مبارک بہت خوش طبع تھی مگر جس وقت یہ بندہ حاضر ہوتا تھا تو خوش طبعی نہیں فرماتے تھے اور میں بھی جب دیکھتا کہ خوش طبعی کرنے والے احباب آ گئے ہیں تو اُٹھ کر چلا جاتا اور وجہ یہ تھی کہ آپ ہر طرح کے انسان کی نگہداشت اس کے مزاج کی مناسبت سے کیا کرتے تھے اور یہ بھی تلقین کا ایک

طریقہ تھا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”حضرت خواجہ کے دالان کے نزدیک ہی تمام دوست سویا کرتے تھے مگر مجھے وہاں جگہ میسر نہ تھی۔ چنانچہ حضرتِ خواجہ علیہ الرحمۃ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ایسا کرو کہ تم علیحدہ مکان میں رہو اور کتاب کا سبق بھی بندہ کو خلوت میں ہی دیتے تھے۔ جب میں فارغ ہو جاتا تو پھر دیگر مولوی صاحبان آتے تھے اور پڑھتے تھے۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ اور اللہ کے درمیان پردہ یعنی حجاب یہی دوئی ہے۔ ہم نے ساری زندگی میں صرف ایک ہی شخص کو دوئی سے پاک دیکھا اور وہ حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کی ذاتِ پاک تھی۔ تھوڑی دیر سکوت کر کے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ حضرتِ خواجہ دہلی تشریف لائے تو خدمت میں ایک آدمی اور ایک غلام تھا اور بندہ نے بھی آپ کی تشریف آوری کے تقریباً تین ماہ بعد غلامی حاصل کی تھی۔ مگر دہلی آ کر بعد میں بادشاہ' امراء اور وزراء اکثر آپ کے معتقد ہو گئے اور زیارت کے لیے آنے لگے۔ پہلے دن سے لے کر اب تک تقریباً پچیس برس ہو گئے ہیں آپ کے مزاج مبارک میں ذرہ برابر فرق نہیں پایا صرف اس لئے کہ دوئی بالکل نہ تھا۔ جب فاقہ میں تھے تو بھی یہی حال تھا اور جب ہزاروں روپیہ آنے لگا تب بھی وہی حال تھا۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ

کے لنگر میں بعض دفعہ شام کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ سب اسی طرح فاقہ سے سو جاتے۔ کبھی اگر آدھی رات کو چند روٹیاں آ جاتیں تو اسی وقت میاں احمد جیو تقسیم پر مامور ہو جاتے اور روٹی کا ایک ایک ٹکڑا مدرسہ میں تمام چھوٹوں بڑوں میں تقسیم کر دیتے اور کبھی اسی طرح صبح تک فاقہ رہتا اور حضرت خواجہ صاحب بھی دوستوں کے ساتھ فاقہ میں رہتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ فاقہ ہم انسانوں کی شامت اعمال کی وجہ سے آتا ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''حضرت خواجہ صاحب کے پاس ایک خاص بیاض (رجسٹر) تھا' جس میں بہت سے اعمال درج تھے البتہ اس بیاض میں جملہ اعمال و اشغال اشارات و رموز میں بھی درج کیے گئے تھے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتے تھے۔ اس بیاض میں عجائباتِ کبیر اور اشغال کثیر کے علاوہ احوال و واردات بھی درج تھے جو کہ حضرتِ خواجہ کو اورنگ آباد سے دہلی کے سفر کے دوران یا اجمیر شریف کے سفر کے دوران پیش آئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اس بیاض کو سب سے چھپا کر رکھتے تھے' البتہ بندہ نے اس بیاض کو اچھی طرح دیکھا ہوا ہے' کیونکہ بندۂ کو حضرتِ خواجہ نے خود مطالعہ کے عطا فرمایا تھا۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر فرما رہے تھے کہ حضرت نور محمد نارووالہ نے عرض کیا کہ یا حضرت جب ہم آپ کی معیت میں حضرتِ خواجہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے تو حضرتِ خواجہ نے آپ کے تمام دوستوں

کی خاطر داری کے لیے ایک ایک مرتبہ تنہائی و خلوتِ خاص میں سب کو سرفراز فرمایا تھا نیز کتاب کا ایک لفظ سمجھانے کے لیے فرمایا تھا کہ یاد رکھیں کسی وقت بتاؤں گا۔ بندہ رات کے وقت چراغ کی روشنی میں مطالعہ کر رہا تھا کہ حضرتِ خواجہ بندہ کے قریب آئے اور اسی لفظ کو یاد فرمایا پھر مولوی محمد اکرم کو طلب کیا اور لفظ مذکور سمجھایا۔ عجب خلق عظیم تھا کہ ہماری عرض کو کہتے تھے کہ کیا ارشاد ہے اور اپنے ارشاد کو کہتے تھے کہ عرض یہ ہے۔

قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرا تعلق حضرت خواجہ صاحب سے تقریباً ۳۵ برس رہا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب کو اوّل تا آخر تمام سرگزشت یاد تھی۔ چنانچہ ابتدائے حال میں ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب نے بندہ کو ایک عمل پڑھنے کے لیے عطا فرمایا۔ میں نے اس کا پڑھنا سالہا سال تک جاری رکھا مگر کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ مدت کے بعد ایک دن حضرت خواجہ صاحب نے پوچھا کہ فلاں ورد پڑھتے ہو۔

میں نے عرض کیا کہ حضور پڑھتا ہوں۔ فرمایا کہ اس کے کوئی فوائد ظہور میں آئے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ اب اسے کم پڑھا کرو۔ میں نے تعمیل کی اور کم پڑھنا شروع کر دیا۔ چند روز بعد پوچھا کہ اب کوئی اثر معلوم ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ آئندہ اس کا ورد کا پڑھنا موقوف کر دو۔ میں نے موقوف کر دیا۔ پس اسے ترک کرنے سے اس ورد کے اثرات ظاہر ہونے لگے بلکہ اب تک ہوتے ہیں۔



حصولِ خلافت

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت ۱۱۶۵ھ بمطابق ۱۷۵۱ء میں کی تھی اور اس وقت آپ کی عمر سعید تقریباً ۲۳ برس تھی۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد مرشد کامل نے آپ کو بیعت کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرما دی اور آپ کو یہ شرف بھی بخشا کہ جو بھی حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوتا اسے آپ کے پاس بھیج دیتے اور یہ بھی فرماتے کہ اس کی بیعت دراصل ہماری ہی بیعت ہے۔

آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ آپ کے استاد گرامی کے دیرینہ دوست حافظ شرف الدین صاحب جب حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو انہیں بھی یہی حکم ہوا کہ وہ خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کریں۔ اب صورتِ حال وہاں مختلف تھی۔ حافظ شرف الدین کے نزدیک تو حضرت خواجہ نور محمد صاحب گاؤں کے ایک نوجوان سے زیادہ کچھ نہ تھے۔

یقیناً عمر بھی ان کی حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کافی زیادہ تھی اور جب آپ واپس مہار شریف آئے تھے تو حافظ شرف الدین نے آپ کو بہت زیادہ تنگ بھی کیا تھا کہ تم اتنے سال پردیس میں کچھ بھی نہیں کر کے آئے اور محض وقت ہی برباد کر کے آئے ہو۔ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب کشف وصاحب نظر بزرگ تھے جو میلوں دور بھی احوال پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ آپ نے یقیناً وہ حالات ملاحظہ فرما لیئے تھے مگر ان حالات کی آگاہی سے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو باخبر نہیں کیا تھا۔

چنانچہ جب حافظ شرف الدین صاحب نے بیعت کے لئے استدعا کی اور شدید اصرار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب آپ میاں نور محمد سے بیعت کرلیں سبھی لوگ ان ہی سے بیعت کررہے ہیں۔ یقیناً یہ بات حافظ صاحب کوتو کسی طریقے بھی قابل قبول نہ تھی۔ انہوں نے جب پس و پیش سے کام لیا اور پھر صاف صاف انکار کر دیا کہ حضور میں تو آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں تو حضرت خواجہ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب آپ بھی میاں نور محمد سے بیعت ہو جائیں کیونکہ ان کی بیعت دراصل ہماری ہی بیعت ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کر لی۔

اس دور میں اور آج کے دور میں بیعت کرنے میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اس دور میں بیعت کرنے کو پیر صاحب کی غلامی کرنے سے تعبیر کیا جاتا تھا جبکہ آج کل ایک طرح سے خانہ پری کی جاتی ہے کہ کسی کو بتلانے کے دن کام آئے گا۔ چونکہ حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن حافظ شرف الدین کے

سامنے ہی گزرا تھا چنانچہ ان کے لئے ایک نوجوان کی غلامی بہت ہی مشکل امر تھا۔ مگر جو مرشد کامل حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پر تھے انہوں نے اپنے غلام کی عزت و توقیر اس بیعت کی وجہ سے پورے گاؤں میں حد درجہ بڑھا دی۔

حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ نے حافظ شرف الدین کو حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کروا کے گویا پورے گاؤں والوں کے لیے ایک سند عطا فرما دی کہ تمہارے گاؤں کا ایک نوجوان ہی اب تمہارے گاؤں کی عزت و توقیر کا باعث ہوگا کیونکہ اس کو ہم نے اپنے سامنے ہی بیعت کرنے کا حکم عطا فرمایا ہے۔

یقیناً یہ ایک بہت بڑی سعادت تھی اور ایک مرشد کامل کا اپنے مرید پر بہت زیادہ اعتماد کا اظہار بھی تھا کہ اپنے سامنے ہی اور اپنی موجودگی میں حکم دے دیا کہ جاؤ جیسے چاہو بیعت کرو ہم ہر طرح سے تمہارے تمام تر امور کے ذمہ دار ہیں۔ بعض اوقات سالہا سال تک سالک مرشد پاک کی خدمت گزاری کرتا ہے اور اس کو مرشد کی نگاہوں میں وہ جگہ حاصل نہیں ہو پاتی جس کی تمنا وہ لے کر آیا ہوتا ہے۔

ہاں یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ بعض اوقات ایک سالک محض چند برس ہی مرشد پاک کی صحبت معیت میں بسر کرتا ہے مگر تمام تر فیوض و برکات سمیٹ لیتا ہے۔ جیسا کہ ہم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے سلسلے میں دیکھتے ہیں کہ آپ نے بابا صاحب کی خدمت گزاری بہت ہی کم عرصہ

کی مگر جو مقام مرشد کی نگاہ میں آپ کو حاصل ہوا وہ کسی دوسرے کی قسمت میں نہیں تھا۔ یہ وہ سعادت ہے کہ جو بہت ہی کم سالکوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لیے بندے کا یا سالک کا من اندر سے بالکل کورا ہونا چاہیے کہ جو بھی مرشد لکھنا چاہے وہ آسانی سے لکھا جا سکے۔

حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے وہ عقیدت مند اور خدام جو کہ ایک عرصہ سے آپ کی خدمت بڑی ہی جا نفسانی سے کر رہے تھے انہیں وہ التفات وعنایات کسی طرح بھی اچھی نہ لگیں جو حضرتِ خواجہ نے آپکے ساتھ روا رکھی تھیں۔ روایت ہے کہ وہ لوگ ایک مرتبہ جمع ہوئے اور حضرتِ خواجہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا حضرت! یہ پنجابی نوجوان جو کہ آپ کی خدمت میں ہے اس کی قوم کھرل ہے اور اس کا ایک ہم قوم مرزا نامی جھنگ سیال کے ایک زمیندار کی صاحب جمال لڑکی صاحباں کو ورغلا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اس عورت کے ورثا نے اس کا پیچھا کر کے اسے ساندل کے جنگل میں قتل کر دیا تھا۔ یہ نور محمد بھی اس اسی قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کی خدمت میں اس کا رہنا ذرہ بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت خواجہ مسکراتے اور ارشاد فرمایا کہ مرزا کھرل نے تو صرف ایک صاحباں کو ہی اپنے عشق میں مبتلا کیا تھا۔ انشاء اللہ العزیز ہمارا یہ پنجابی (آپ کی طرف اشارہ کر کے) تو ایک جہان کو اپنے عشق میں مبتلا کر دے گا اور یہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و منزلت اپنے مرشد کامل کی نظروں میں کس قدر تھی اس کا اندازہ ہمیں حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد گرامی سے بخوبی ہوتا ہے کہ جب آپ نے ارشاد فرمایا ''اگر یہ پنجابی میرے پاس نہ آتا تو میں اس دنیا سے اپنے ارمان اپنے دل ہی میں لیے مر جاتا۔'' یہ مقام بھی تو بہت ہی کم مریدین کو حاصل ہوتا ہے۔

بیعت کے کچھ عرصہ تک یہ معمول رہا کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ چھ ماہ تک دہلی میں مرشد کامل کے پاس حاضر رہتے اور چھ ماہ تک آپ کا قیام مہار شریف رہتا۔ چند برس تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا تا آنکہ حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ نے آپ سے ارشاد فرمایا ''اے نور محمد! خلق را با تو کار خواہد بود'' یعنی اے محمد! مخلوق کو آپ سے بہت کام ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ مخلوق کے آپ نے بہت سے کام کرنا ہیں۔

مرشد کامل کی یہ بات سن کر حضرت خواجہ نور محمد مہاروی فوراً سمجھ گئے کہ معاملہ کیا ہے۔ آپ نے دست بستہ عرض کیا ''حضور میں تو ایک کمترین پنجابی ہوں' بھلا کس طرح اس اعلیٰ مقام و مرتبہ کے لائق ہو سکتا ہوں۔ مرشد کامل نے خاموشی اختیار فرمائی مگر محض چند روز ہی گزرے تھے کہ انہوں نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم فرمایا کہ میاں نور محمد اب آپ مستقل طور پر مہار میں رہا کریں۔

اس کی وجہ یہی ہو گی کہ چونکہ مہار شریف اور گردونواح کے بہت سے لوگ مہار شریف میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا کرتے تھے چنانچہ ان

کی دیکھ بھال کے لیے مرشد نے حکم ارشاد فرمایا کہ اس طرح آنے اور جانے میں چونکہ بے تحاشا وقت ضائع ہوتا ہے چنانچہ بہتر یہی ہے کہ خلیفۂ خاص کو مہار شریف میں قیام کروایا جائے جہاں بیٹھ کر وہ مخلوقِ خدا کی پوری تندہی سے خدمت کر سکیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بالکل ایسا ہی ہوا کہ مہار شریف کے اردگرد کے تمام دیہات وقصبات سے مخلوقِ خدا کھنچی چلی آتی تھی اور آپ سے فیض و برکت حاصل کرتی۔ ان میں مسلم وغیر مسلم کی تخصیص بھی نہ تھی۔

حضرت شیخ ابو القاسم قشیری علیہ الرحمۃ رقم فرماتے ہیں کہ اللہ کریم کے کاموں میں سالکوں کے کام کا آغاز ارادت ہے' کیونکہ کسی کام کے کرنے سے پہلے اس کام کا پختہ ارادہ بہت ضروری ہے۔ اس صفت کو اسی لیے ارادت کہتے ہیں کیونکہ پہلے اپنے دل میں عزم مصمم کرنا بہت ضروری ہے۔ پھر ارادت مند اپنے اس عزم کو عمل سے ہم آہنگ کرتا ہے لیکن حقیقت میں ارادت یہ ہے کہ طلب حق تعالیٰ میں دل کا درست اور صحیح ہونا ہی ارادت ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ مرید دو قسم کے ہیں ایک تو رسمی اور دوسرے حقیقی۔ مرید رسمی وہ ہیں کہ جنہیں پیر تلقین کرے کہ دیکھی ہوئی چیزوں کو ان دیکھی اور سنی ہوئی باتوں کو ان سنی کرو اور اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر کاربند رہو۔

آپ نے فرمایا کہ مرید حقیقی وہ ہے کہ جس کو پیر یہ تلقین کرے اور کہے کہ تم ہماری صحبت میں رہو یا ہم تمہاری صحبت میں رہتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء عِشاللہ نے فرمایا کہ ایک شخص ایک پیر

کا مرید ہو گیا اور اس نے گناہوں سے توبہ کر لی۔ پیر نے اس سے کہا کہ دو چیزیں ہیں کہ لوگ ان کے ذریعہ سے حق تک پہنچتے ہیں۔ ایک تخلیہ جو گناہوں سے نفس کو خالی کرتا ہے' دوسرے تحلیہ کہ جو نفس کو عبادت کے زیور سے آراستہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب اس مرید نے عبادت شروع کی تو اسے چار چیزیں پیش آئیں۔ ایک دنیا' دوسرے خلق' تیسرے شیطان اور چوتھے نفس۔ اس مرید نے اپنے پیر سے یہ چاروں چیزیں بیان کیں تو پیر نے فرمایا کہ دنیا سے علیحدہ رہو اور خلق سے جدا ہو جاؤ۔ شیطان سے لڑو اور اس وقت اپنے پیر کو یاد کرو اور نفس و خواہشات کے گھوڑے کے منہ میں تقویٰ کی لگام دو اور گوشہ نشین ہو جاؤ۔

چنانچہ اس نے اسی طرح کیا پھر وہ پیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے پیر سے کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا تھا میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اب میرا نفس مجھ سے کہتا ہے کہ تو ضعیف ہو جائے گا یہاں تک کہ عبادت بھی نہ کر سکے گا چنانچہ قوت حاصل کرو۔ پیر نے یہ سن کر کہا کہ توکل اختیار کرو۔ تمہارے نفس کو آرام ملے گا چنانچہ کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کا باطن کھل گیا۔

آپ نے اس واقعہ میں غور کیا کہ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے اس میں ارشاد ہے وہ پورے کا پورا ہی ایک مرید یا سالک کے لیے ضابطہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرید اپنے تمام تر معاملات اپنے پیر پر چھوڑ دے اور اس کے ہر ہر حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کرے تبھی اس کو روحانیت

میں کوئی مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی طرز عمل ہمیں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات میں بدرجۂ اتم نظر آتا ہے۔

جب سے آپ نے اپنے مرشد کامل کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تب سے آپ کے دھن اور قلب میں صرف اور صرف حضرتِ خواجہ ہی کی باتیں اور احکامات جلوہ فگن رہیں۔ آپ اپنے ارادت مندوں کو بھی جب کبھی کوئی نصیحت فرماتے تو حوالہ اپنے پیرو مرشد کا ضرور دیا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ تو مہار شریف میں مقیم تھے اور پیرو مرشد دہلی میں یعنی سینکڑوں میل کی دوری پر۔

خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ بیعت

بطور تبرک ہم یہاں پر حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کا طریقہ بیعت رقم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کیونکہ اکثر اصحاب یہ جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ طریقہ ''سیر الاولیاء'' نامی کتاب کے ۵۰۸ صفحہ پر دستیاب ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص شیخ شیوخ العالم فرید الحق و الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں مرید ہونے کے ارادے سے حاضر ہوتا تو آپ پہلے اُس سے فرماتے کہ سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص پڑھے پھر آمن الرسول پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے' پھر اشھد اللّٰہ سے ان الدین عند اللّٰہ الاسلام تک پڑھواتے۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرماتے کہ تم نے اس ضعیف اور اس ضعیف کے پیر اور ہمارے خواجگان اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے حق تعالیٰ جل و اعلیٰ

سے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم اپنے ہاتھ پاؤں اور آنکھ کو گناہوں سے محفوظ رکھو گے اور شریعت کے طریقہ پر کاربند رہو گے۔ انشاء اللہ۔

جب آپ کسی کو خرقہ پہناتے تو ارشاد فرماتے کہ "ولباس التقوىٰ ذلك خير والعاقبة للمتقين" (یہ لباس پرہیزگاری کا ہے' یہ بہتر ہے اور آخرت کی خوبیاں پرہیزگاروں ہی کے لیے ہیں) نیز یہ بھی ارشاد فرماتے کہ بطحائے کعبہ ارادت ہے۔ حرم کعبہ ارادت ہے اور کعبہ ارادت ہے۔ بطحائے کعبہ کی ارادت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو نہ ستائے' نہ ہاتھ سے نہ زبان سے' نہ کسی پر طعن و تشنیع کرے نہ کسی کو کچھ کہے اور نہ کسی کی سنے اور اپنے ظاہر کو محفوظ رکھے۔

حرم کعبہ کی ارادت یہ ہے کہ آنکھ اور زبان کو حق تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رکھے اور آنکھ اور زبان اور ہاتھ کی حفاظت کرے۔ کعبۂ ارادت کا مطلب یہ ہے کہ دل حق تعالیٰ سے لگائے رکھے اور ہمیشہ ذکر اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے اور شیطان کے وسوسوں کو دل سے دور کرے۔

سالک کی اقسام

بزرگوں نے سالک کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔

(۱) سالک (۲) واقف (۳) راجع۔

سالک وہ ہے جو راستہ چلتا ہے' واقف وہ ہے کہ جس کی ترقی رُک جائے اور راجع وہ ہے جو اپنی اصلی حالت پر پھر واپس آ جائے۔ اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سالک کی ترقی بھی رُک جاتی ہے؟ تو اس سلسلہ میں

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جب سالک کی اطاعت میں فتور آ جاتا ہے تو کچھ عرصہ کے لیے اس کی ترقی روک دی جاتی ہے۔ اگر جلد اس کام سے توبہ کر کے راہ پر آ جائے اور توبہ و استغفار کرے تو وہ سالک ہو سکتا ہے' لیکن اگر اسی کام پر عیاذاً باللہ جما رہے تو اس کے راجع ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے آپ کے کسی مرید نے یہ دریافت کیا کہ مرید کو کیا کرنا چاہیے کہ اسے قیامت کے دن مشائخ کے سامنے شرمندگی نہ ہو؟ شاید کہ یہ نعمت ہمیں آپ ہی کی تعلیم اور ارادت مندی سے حاصل ہو سکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سالک کو سلوک کی راہ میں ایسے احوال پیش آتے ہیں کہ جو اس کے حاکم ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص شیخ محمد اجل سرزی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ وہ اس بات کا منتظر رہا کہ دیکھیے شیخ اس کے لیے کون سے وظیفہ تجویز فرماتے ہیں۔

شیخ اجل سرزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ جو بات تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لیے بھی کبھی پسند نہ کرنا۔ دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ چند روز کے بعد وہ مرید پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جس روز میں آپ کا مرید ہوا تھا مجھے توقع تھی کہ آپ مجھے کوئی وظیفہ تلقین فرمائیں گے' لیکن آپ نے کوئی وظیفہ مجھے تلقین نہیں فرمایا۔ خواجہ نے فرمایا کہ اس روز تمہارے تختہ مشق کون سی بات تھی؟ اس نے حیران ہو کر کوئی بھی جواب نہ دیا۔

شیخ اجل سرزی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا میں نے

تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ جو بات تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرو' اپنے لیے بھی وہی چاہو جو دوسروں کے لیے چاہتے ہو۔ جب تم نے پہلے ہی سبق کو درست نہیں کیا تو میں تم کو دوسرا سبق کیا دوں۔

حضرت شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ علیہ الرحمۃ کے ایک صاحبزادے نے' جو سب صاحبزادوں میں بڑے تھے' شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزارِ اقدس کے پیروں کی طرف جا کر بیعت کی اور اپنا سر منڈوایا۔ جب اس کی اطلاع شیخ الکبیر علیہ الرحمۃ کو ہوئی تو آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ ویسے تو شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز ہمارے خواجہ و مخدوم ہیں' لیکن اس طرح بیعت درست نہیں ہے' بیعت تو وہ ہے کہ کسی زندہ پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہیے۔

اس کے برعکس ہم تو یہاں پر دیکھ رہے ہیں کہ ایک جماعت نے نرالے انداز ہی اپنا رکھے ہیں کہ وہ محض خط و کتابت ہی کے ذریعہ بیعت کرتے ہیں اور اس پر بھی فخر سے اتراتے پھرتے ہیں۔ ان کو حضرت خواجہ شیخ الکبیر علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد عالیشان ضرور سنانا چاہیے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بعض درویش ایک پیر یا شیخ سے بیعت کرتے ہیں۔ اس کو کافی نہیں سمجھتے تو پھر دوسرے پیر کے پاس جاتے ہیں اور اس سے بیعت کر کے خرقہ حاصل کرتے ہیں میری رائے میں تو یہ بالکل بھی درست نہیں ہے کیونکہ مرید کو محبت الٰہی اسی قدر حاصل ہو گی جس قدر وہ اپنے پیر سے محبت کرتا ہے۔ جب یہ دو پیروں کا

مرید ہو گا اور دونوں سے خرقہ حاصل کرے گا تو یہ دو پیروں کا خرقہ اسے کیسے راس آ سکتا ہے۔ یہ بیعت دراصل وہی ہے جو پہلے پیر سے کی جائے خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے بعد کچھ دیر تک سکوت فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ شیخ الشیوخ العالم حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ بارھا ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہر در اور ہر سر نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک در کو پکڑو اور مضبوط پکڑو۔

خلافت کیا ہے؟

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے جب آپ کے ایک نہایت قریبی مرید نے یہ پوچھا کہ خلافت مشائخ کسے دینی چاہیے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو خلافت دینی چاہیے کہ جو اس کا اُمید وار نہ ہو اور اس کے دل میں خلافت کی توقع اور آرزو نہ ہو۔

مستحق کون؟

یہ بات آپ نے اوراق گذشتہ میں ضرور ملاحظہ فرمائی ہو گی کہ جب حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فرمایا کہ انہیں خلافت عطا کرنی چاہتا ہوں تو آپ نے اپنی کم مائیگی اور انکساری ہی کا اظہار فرمایا تھا۔ اگرچہ مرشد کامل نے آپ کے تمام تر اوصاف کو ملاحظہ فرما کر ہی یہ فیصلہ فرمایا تھا اور آپ کو خلافت سے بھی کچھ ہی روز کے بعد سرفراز فرما دیا گیا مگر آپ کی آرزو تو یہ نہ تھی۔

اوصافِ خلافت

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ خلافت کے مستحق شخص کے اوصاف کیا ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اوصاف تو بہت سے ہیں، لیکن جس زمانہ میں کہ میں اپنے پیر کا مرید ہوا تھا اور آپ نے مجھے دولت خلافت سے سرفراز کیا تھا تو آپ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ تم کو باری تعالیٰ نے علم و عقل و عشق کی نعمتیں دی ہیں جو ان تین اوصاف سے آراستہ ہوتا ہے وہ خلافت مشائخ کے فرائض نہایت عمدگی سے انجام دیتا ہے۔

خلافت کے طریقے

حضرت شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ نے خلافت کے تین طریقے ارشاد فرمائے ہیں۔

پہلا طریقہ یہ ارشاد فرمایا کہ محکم اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو رحمانی طریقہ ہے اور جس میں خیر و برکت بھی بہت ہے، وہ یہ ہے کہ پیر کو جس مرید کے متعلق الہام ہو اور حق تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے شیخ کے دل میں ڈالے کہ فلاں کو خلافت دے دو، اسے خلافت دینی چاہیے۔

دوسرا طریقہ یہ ارشاد فرمایا کہ پیر جس مرید میں اچھی صلاحتیں ملاحظہ کرے اس کے بارے میں اجتہاد کرے۔ اجتہاد میں خطا و صواب دونوں ہی کا احتمال ہے۔

تیسرا طریقہ یہ ارشاد فرمایا کہ کسی کی سفارش و عنایت پر شیخ مرید کو

خلافت دے۔ اس موقع پر جب دریافت کیا گیا کہ اس تیسرے طریقہ کے متعلق؛ جس میں پیر کو انشراح نہ ہو' کیا پھر بھی پیر اس کا مجاز ہو سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے اور اس (خلیفہ) سے پھر بہتری کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟

خلافت کی سفارش

سیر الاولیاء میں رقم ہے کہ فخر الدین صفاہانی' شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید و خلیفہ تھے' جو بلگرام میں رہتے تھے۔ انہوں نے داؤد نامی ایک درویش کو شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں بھیجا اور ان کے ذریعہ سے اپنے لیے خلافت کی التماس کی کہ خلقت مجھے بہت تنگ کرتی ہے اور کلاہ کی طالب ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے اسے نامنظور کر دیا۔ ایک مدت تک ان کا بھیجا ہوا آدمی بغیر کسی غرض کے ناکام ٹھہرا رہا۔ ایک مرتبہ میں نے تنہاء اور ایک مرتبہ مولانا شہاب الدین صاحبزادۂ شیخ شیوخ العالم نے موقع و محل سے ان کا ذکر بہتر طریقہ سے کیا لیکن ہر مرتبہ ہم نے آپ کی ناراضگی کے آثار کو محسوس کیا اور فرمایا کہ یہ کام تو اللہ تعالیٰ کی رضا سے متعلق ہے' صرف آرزوؤں سے کام نہیں چلتا۔ جو اس کے قابل ہوتا ہے اسے بغیر چاہے ہی مل جاتا ہے۔

تیسری مرتبہ میں نے ایک مناسب موقع پا کر اس کے بارے میں عرض کیا۔ اسی مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔ وہ بظاہر تو درویشی کے کام میں لگا ہوا ہے۔ پھر آپ نے ازراہِ مرحمت مولانا بدر الدین اسحاق سے اس کے لیے خلافت نامہ لکھوایا اور اس شخص کے ہاتھ جو فخر الدین صفاہانی کا بھیجا ہوا تھا بھجوایا۔

چند روز کے بعد ایسا ہوا کہ اتفاقاً دہلی میں میری ملاقات اسی فخر الدین صفاحانی سے ہوئی۔ میں نے ان سے ان کی خدمت کا واقعہ اور اپنی سفارش کا حال بیان کیا۔ مجھے ان کے چہرے بشرے سے معلوم ہوا کہ یہ تذکرہ ان کو بہت ہی زیادہ ناگوار گزرا ہے۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جو کچھ شیخ نے ان کے متعلق فرمایا تھا وہی صحیح تھا اور میں غلطی پر تھا۔

تعویذ لکھنے کی اجازت

حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ نے جب حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز فرمایا تو چند اعمال کی بابت بھی ارشاد فرمایا کہ ان کو کر لیا کرو۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میاں صاحب آپ اسکو کسی دوسرے کو دے بھی سکتے ہیں مگر یہ احتیاط ضرور ہونی چاہئے کہ کسی نااہل کو ہرگز نہ دینا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ شیوخ العالم علیہ الرحمۃ نے مجھے تعویذ لکھنے کی اجازت

مرحمت فرمائی تو یوں کیا کہ دوات اور قلم اپنے پاس سے مجھے عنایت فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تعویذ لکھو کہ تعویذ دینے میں بھی اجازت ہونی چاہیے۔ میں تمہیں باقاعدہ تعویز لکھنے کی اجازت دیتا ہوں مجھے اُمید ہے کہ تم ضرورت مندوں کو تعویذ لکھ کر دو گے۔

جب میں نے تعویذ لکھنا شروع کیے تو شیخ شیوخ العالم نے محسوس کیا کہ دعاؤں کے لکھنے پر میں کچھ راضی نہیں ہوں تو شیخ نے ارشاد فرمایا کہ تم تو ابھی سے تعویذ کے لکھنے سے ملول ہو۔ جب بہت حاجت مند تمہارے دروازے پر آئیں گے اور تم سے تعویذوں کے لیے التجا کریں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔

اس موقع پر جب کہ شیخ یہ ارشاد فرما رہے تھے میں نے جب یہ دیکھا کہ بالکل تنہائی ہے میں نے شیخ شیوخ العالم کے قدموں پر گر کر عرض کیا کہ مخدوم! آپ نے مجھے بزرگی کی نعمت عطا فرمائی اور اپنی خلافت سے جو کہ سب سے بڑی دولت ہے، مجھے سرفراز فرمایا ہے میں تو ایک متعلم ہوں اور دنیا کے اختلاط سے ہمیشہ سے نفرت کرتا ہوں۔ یہ کام جس سے مجھے سرفراز فرمایا گیا ہے بہت بڑا کام ہے جو میرے بس سے باہر ہے، میرے بارے میں تو حضور کی ارادت اور نظر شفقت ہی کافی ہے۔

جب شیخ شیوخ العالم نے میری یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا کہ تم اس کام کو خوب انجام دو گے۔ میں نے تمہارے لیے اس بارے میں الحاح و زاری کی ہے۔ میرے اس معذرت کرنے سے شیخ شیوخ العالم پر کیفیت طاری

ہوئی۔ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنے سامنے بٹھا کر ارشاد فرمایا کہ ”نظام! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نہیں جانتا کہ کل قیامت کے دن بارگاہِ ربّ العزت میں مسعود بندے کی عزت ہو گی یا نہیں، لیکن اگر عزت ہو گی تو میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ میں اس وقت تک بہشت میں قدم نہ رکھوں گا کہ جب تک ان سب لوگوں کو بھی، جنہوں نے تمہارے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اپنے ساتھ بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔“

کیا یہی طرزِ عمل اور انکساری ہمیں قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس میں دکھائی نہیں دیتی کہ جب آپ کو حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ نے خلافت و اجازت سے نوازا تو آپ نے بھی اس کو قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی تھی اور یہاں تک عرض کر دیا تھا کہ حضور میں تو ایک کمترین پنجابی ہوں بھلا کس طرح اس اعلیٰ مرتبہ کے لائق سمجھا گیا ہوں۔“

بزرگوں نے کسی بھی خلیفہ کے لئے یہی شرط مقرر کر رکھی ہے اور ان لوگوں کو کسی بھی طرح اچھا خیال نہیں کیا گیا جو خلافت کے متمنی ہوں اور یہ چاہتے ہوں کہ ان کو شیخ خلافت دے دیں یا انہیں تعویذات لکھنے اور حاجت مندوں کو دینے کی اجازت دے دیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی روایت میں آپ نے دیکھا کہ انہیں ان کے شیخ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے بارگاہ الٰہی میں الحاح و زاری کی ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ جب حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے معذرت کی تھی اور اس کے چند روز کے بعد حضرت خواجہ نے

آپ کو یہ سعادت بخشی تو یقیناً ان دنوں میں حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ آپ کی سفارش میں بارگاہِ الٰہی میں کرتے رہے ہوں گے اور جب اجازت مل گئی ہو گی تو اب آپ نے کامل اعتماد اور اطمینان سے آپ کو خلافت عنایت فرمائی ہو گی۔

صفاتِ مرشد

یقینی بات ہے کہ کچھ صفات شیخ میں بھی ایسی ہونی چاہیں کہ جو بھی اس کے حلقہ میں آ جائے وہ پھر کسی بھی دوسرے کو کسی بھی طرح نہ دیکھے۔ اگر مرید سعادت مند ہونا چاہیے تو پھر شیخ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کا سب سے ادنیٰ جال یہ ہونا چاہیے کہ وہ ان اوصاف سے آراستہ ہو۔ اوّل یہ کہ وہ مراد ہوتا کہ مرید کی تربیت اس سے ممکن ہو۔

دوسری صفت یہ ہے کہ سلوک کے راستے کو اس نے طے کیا ہوتا کہ وہ راستے کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ تیسری صفت یہ بیان کی گئی کہ خود صاحب آداب ہوتا کہ مریدوں کو ادب سکھلا سکے۔ چوتھی صفت یہ ہونی چاہیے کہ شیخ صاحب جود و سخا و عطا اور بے ریا ہو۔ پانچویں یہ کہ مرید کے مال پر بھی ذرا بھی حریص نہ ہو۔ چھٹی صفت یہ ہو کہ جہاں اشارے سے پند و موعظت ممکن ہو صراحت سے احتراز کرے۔ ساتویں یہ کہ جہاں تک ممکن ہو مرید کو آداب کی تعلیم نرمی سے کرے' غصے اور سختی سے آداب نہ سکھائے۔ آٹھویں یہ کہ جس چیز کے لیے شیخ مامور ہے' اس کے کرنے کا مرید کو صراحت سے حکم دے۔ نویں یہ کہ اس کے شیخ نے جن چیزوں سے اس کو منع کیا ہو ان سے وہ بھی

اپنے مریدوں کو روکے اور دسویں یہ بیان کی گئی ہے کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ کے لیے مرید کرے پھر اسے کسی کے لیے رد نہ کرے۔ پس جس شیخ میں یہ صفات ہوں گی اس کے مرید صادق القول ہوں گے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ درج بالا دس صفات میں سے کتنی صفات آج کل کے پیرانِ کرام میں ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔ پہلی ہی بات کو لے لیجئے کہ پہلے وقتوں میں ہم دیکھا کرتے ہیں کہ کسی بھی شیخ کی بیعت کرنے کے لیے سالک سینکڑوں ہزاروں میل کے فاصلے پیدل طے کیا کرتے تھے اور کئی کئی مرتبہ جانا پڑتا تھا پھر کہیں جا کر بیعت ہوتی تھی۔

ہمارے سامنے یوں تو بہت سے بزرگوں کی مثالیں موجود ہیں مگر ہم اس وقت بات صرف حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ہی کریں گے کہ آپ جب پہلی مرتبہ گئے تو آپ نے علم حاصل کرنے کی بات کی اور جب بیعت کے لئے عرض کیا تو یہ فرمایا گیا کہ پہلے علم حاصل کرو۔

دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ پیر حضرات خود ہی لوگوں کو کہتے ہیں کہ آپ ہمارے مرید ہو جائیں اور یقینی بات ہے کہ ان کو اپنے مریدوں کی شکلیں بھی یاد نہیں رہتیں۔ اب ان مریدوں کا بھلا کیا حال ہو گا کہ جن کا پیر ہی اس کو نہ پہچانے۔ جو پیر اس کو اس دنیا میں نہیں پہچان رہا وہ بھلا روز قیامت کیا پہچانے گا۔

دوسرے نمبر کی صفت بھی ہمیں اب موجودہ پیروں میں کم ہی نظر آتی ہے کیونکہ راہ سلوک کی منازل تو انہوں نے خیر کیا طے کی ہوں گی۔ انہوں نے

تو اپنے بزرگوں کی صحبت بھی بہت ہی کم حاصل کی ہوتی ہے۔ اب چونکہ سجادگان کے لیے یہ ضروری ہو چکا ہے کہ پیر کا بیٹا ہی سجادہ ہو گیا چنانچہ پیر کے بیٹے تو کسی مشقت میں خود کو ڈالتے نہیں کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ جب ان کا باپ اس دنیا سے رخصت ہوگا تو سجادہ نشین تو انہی کو بننا ہے اس لیے وہ راہ سلوک کی منازل سے واقف ہی نہیں ہوتے۔

تیسری صفت یہ بیان کی گئی کہ خود صاحب آداب ہو۔ یہ بات بھی اگر ہم دیکھیں تو موجودہ پیروں میں بالکل مفقود نظر آتی ہے۔ نہ کسی سے صحیح انداز میں مصافحہ نہ کسی آنے والے کی عزت و تکریم بلکہ اکثر پیر صاحبان تو اپنے پاس آنے والوں سے بات چیت بھی پسند نہیں کرتے بلکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو خود چل کر ہمارے آستانہ پر آ گیا ہے وہ تو یقیناً کوئی کمتر شخص ہے۔ اسی لیے کہا گیا کہ خود آداب سے آگاہ ہو۔

اسی طرح اگر آپ غور فرمائیں تو ہمیں باقی کی صفات کو بھی تلاش کرنا آج کل کے پیروں میں مشکل سا دکھائی دے رہا ہے۔ اب لوگ مرید ہونا ہی اپنے لیے سعادت خیال کر لیتے ہیں اور اس تحقیق میں یا اس تردد میں نہیں پڑتے کہ جس کو ہم نے پیر تسلیم کیا ہے آیا وہ خود بھی خدا رسیدہ ہے یا نہیں۔ اکثر اوقات لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی کسی کی بیعت کرتے ہیں اور بعد میں اسی شخصیت میں کیڑے نکالتے پھرتے ہیں۔



چاروں سلاسل کے شجرے

سب سے پہلے ہم اپنے قارئین کی خدمت میں ان چاروں سلاسل کے شجرے پیش کریں گے جن کی اجازت و خلافت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی۔

شجرہ چشتیہ نظامیہ

اسمائے مشائخ	تاریخ ہائے وصال	مدفن
نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱ ہجری	مدینہ منورہ
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۴۰ ہجری	نجف اشرف عراق
حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰ ہجری	بصرہ
حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۷ ہجری	بصرہ
حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۷ ہجری	مکہ معظمہ

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۲ ہجری	کوہِ شام
حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۵ ہجری	شام
حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ		بصرہ
حضرت خواجہ ممشاد علودینوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۹ ہجری	
حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۹ ہجری	شام
حضرت خواجہ ابواحمد ابدال ابن فرسنافہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵۵ ہجری	چشت
حضرت خواجہ ناصر الدین ابو محمد بن ابواحمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۴۱۱ ہجری	چشت
حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۴۵۹ ہجری	چشت
حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۵۲۷ ہجری	چشت
حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ	۶۱۲ ہجری	شام
حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	۶۰۷ ہجری	مکہ معظمہ
حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۶۳۳ ہجری	اجمیر شریف
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	۶۵۳ ہجری	مہرولی دہلی
حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	۶۶۹ ہجری	پاکپتن شریف
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	۷۲۵ ہجری	دہلی
حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ	۷۵۷ ہجری	دہلی
حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۷۵۶ ہجری	دہلی
حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ	۸۱۷ ہجری	دہلی

حضرت خواجہ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ	۸۰۹ ہجری	دہلی
حضرت خواجہ محمود راجن رحمۃ اللہ علیہ	۹۰۰ ہجری	دہلی
حضرت خواجہ جمال الدین جمن رحمۃ اللہ علیہ	۹۴۰ ہجری	شاہ پور گجرات انڈیا
حضرت خواجہ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ	۹۸۲ ہجری	احمد آباد گجرات انڈیا
حضرت خواجہ محمد بن حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۹۹ ہجری	احمد آباد گجرات انڈیا
حضرت خواجہ یحییٰ مدنی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۲۲ ہجری	جنت البقیع مدینہ منورہ
حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴۲ ہجری	دھلی
حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴۲ ہجری	اورنگ آباد دکن
حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۹۹ ہجری	مہرولی دہلی
حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۰۵ ہجری	مہار شریف
حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۶۷ ہجری	تونسہ شریف

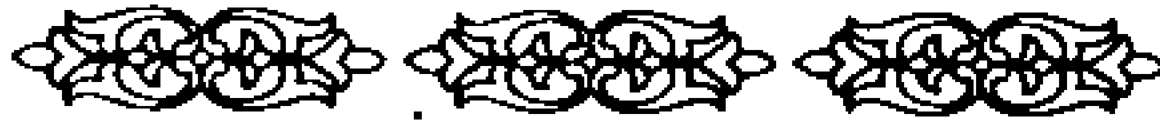


شجرۂ چشتیہ نقشبندیہ

اسمائے مشائخ	تاریخ ہائے وصال	مدفن
محمد رسول اللہ ﷺ	۱۱ ہجری	مدینہ منورہ
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۳ ہجری	مدینہ منورہ
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۲۳ ہجری	مدائن
حضرت قاسم بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ	۱۰۷ ہجری	مدینہ طیبہ
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۴۸ ہجری	مدینہ طیبہ
حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۱ ہجری	بسطام
حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۵ ہجری	خرقان
حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ	۴۷۷ ہجری	طوس
حضرت خواجہ علی فارمیدی رحمۃ اللہ علیہ	۵۳۵ ہجری	مرو
حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۴۰ ہجری	ہمدان
حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۷۵ ہجری	غجدوان
حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	۶۱۶ ہجری	رگر بخارا

حضرت خواجہ محمود فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۵ ہجری	انجیر فغنوی
حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۵ ہجری	خوارزم
حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۷۵۵ ہجری	سماس بخارا
حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۷۷۲ ہجری	سوخاریہ
حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۷۹۱ ہجری	قصر عارفاں
حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۸۵۰ ہجری	ہفنول
حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۸۹۵ ہجری	سمرقند
حضرت خواجہ محمد قاضی رحمۃ اللہ علیہ	۹۳۲ ہجری	وخش
حضرت خواجہ احمد امکنگی	۱۰۰۹ ہجری	امکنگ
حضرت خواجہ محمد کلاں دہبیری	۱۰۱۲ ہجری	دہلی
حضرت خواجہ محمد ہاشم	۱۰۲۴ ہجری	دہبیر
حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۴۰ ہجری	دہلی
حضرت خواجہ امیر محترم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۷۹ ہجری	لاہور
حضرت خواجہ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۲۲ ہجری	جنت البقیع مدینہ منورہ
حضرت خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴۲ ہجری	دہلی

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴۲ ہجری	اورنگ آباد دکن
حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۹۹ ہجری	مہروی۔ دہلی
حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۰۵ ہجری	مہار شریف
حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۶۷ ہجری	تونسہ شریف

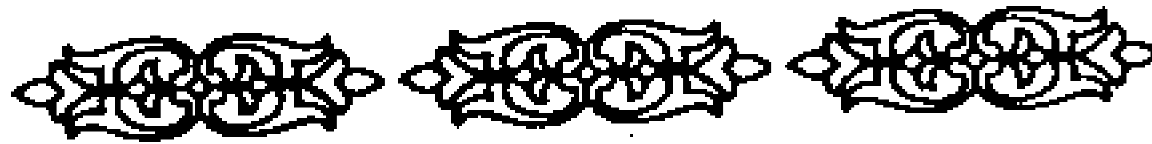


شجرۂ چشتیہ قادریہ

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم		
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ		
حضرت سیدنا امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ		
حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ		
حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ		
حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ		
حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ		
حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ		
حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ عبدالواحد مبارک رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ ابوالفرج یوسف طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ		

		حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ ابوسعید علی مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ عمار بن یاسر بدلیسی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ رضی الدین لالہ رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ احمد جوزقانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ نور الدین کبیر رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ محمود مزدقانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ اسحاق ختلانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ محمد غیاث نوربخش رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

		حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت شیخ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ



شجرۂ چشتیہ سہروردیہ

		حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
		حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
		حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ ابوتراب نخشی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ ابو محمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ ابوعباس نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ اخی سراج زنجانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ محمد بن عبداللہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ وجیہہ الدین ابوحفص سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

		حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ صدر الدین راجو رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ قاضی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ قادن الملت والدین رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ محمود راجن رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ جمال الدین جمن رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ
		حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ



سلسلۂ چشتیہ کا مختصر تعارف

سلسلۂ چشتیہ کہنے کی وجہ

عام طور پر کوئی بھی سلسلۂ طریقت جب مشہور ہوتا ہے تو سب سے بڑے شیخ یا اس سلسلہ کے بانی کے نام سے مشہور ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ قادریہ' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا نظامیہ' حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب کا وارثیہ اور اسی طرح بہت سے سلاسل کے نام پیش کیے جاسکتے ہیں مگر سلسلہ چشتیہ اس علاقہ یا مقام کی وجہ سے مشہور ہوا جہاں سے بزرگوں نے دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کی۔

دراصل یہ خراسان کے ایک شہر یا قصبہ کا نام ہے جہاں سے بزرگان دین نے لوگوں کی روحانی اور اصلاحی تربیت کا ایک طرح سے آغاز فرمایا تھا سب سے پہلے ہمیں جن بزرگ شخصیت کے نام کے ساتھ چشتی لکھا نظر آتا ہے وہ حضرت خواجہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کا وصال ۳۲۹ ہجری میں ہا۔

خطۂ ہندوستان میں چشتی نام کو عوام و خواص پہنچانے کا سہرا بلاشبہ حضرت خواجہ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔

آپ کا تعلق بھی اسی علاقہ یعنی چشت سے تھا چنانچہ آپ بھی چشتی کہلائے۔
آپ کے بعد آپ کے عقیدت مندوں نے آپ سے عقیدت و محبت اور سلسلہ کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے خود کو چشتی کہلوانا پسند کیا اور اس سلسلہ نے بے حد ترقی کی۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ اولین شخصیت ہیں کہ جن کے نام کے ساتھ سب سے پہلے چشتی لکھا گیا اور آپ کو چشتی کہہ کر پکارا گیا۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ اپنے پیرومرشد حضرت ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے آپ نے عرض کیا یا شیخ غلام کو ''ابواسحاق چشتی'' کہتے ہیں یہ سن کر آپ مسکرائے اور بڑی محبت اور شفقت سے ارشاد فرمایا کہ ''تم تو خواجہ چشت ہو اور چشت میں اسلام تمہاری ہی برکت سے پھیلے گا۔'' آپ کا وصال ۳۲۹ھ میں ہوا مزار آپ کا مقام عکہ ملک شام میں موجود ہے۔

جب حضرت ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے تو آپ نے اپنے پیرو مرشد سے خلافت واجازت حاصل کر لی تھی۔ اب آپ کو چشت میں اور دیگر علاقوں کے لوگ خواجہ چشت کہہ پکارنے لگے یعنی آپ کی شہرت ہی چشتی نام کی وجہ سے ہونے لگی یا یوں کہہ لیں کہ مقام چشت کی شہرت آپ کے نام مبارک سے ہوئی۔ وجہ جو بھی ہوئی ہو مگر یہ بات تو طے شدہ ہے کہ چشت جو کہ ایک زمانہ میں بالکل بے نام ساخطۂ ارضی تھا وہ حضرت ابواسحاق چشتی

کے دم قدم کے صدقہ میں چہار دانگ عالم میں مشہور و معروف ہو گیا۔

حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے یوں تو لاتعداد مریدین تھے مگر سب سے زیادہ شہرت حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کی۔ آپ کا لقب قدوۃ الدین تھا اور آپ کے والد محترم کا نام سلطان فرسنافہ تھا۔ آپ کا تعلق حسنی سادات سے تھا اور شجرہ نسب آپ کا حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے ۳۵۵ھ میں وصال فرمایا اور مقام چشت میں مزار اقدس وجع خلائق ہے۔

حضرت خواجہ ابومحمد ناصر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت خواجہ ابومحمد ناصر الدین فرزندِ ارجمند تھے اور آپ نے اپنے والد بزرگوار سے فیض و برکات حاصل کر رکھے تھے آپ کو اپنے والد گرامی قدر سے خلافت و اجازت بھی حاصل تھی۔ آپ کا لقب ناصر الدین اور ناصح الدین تھا۔

منقول ہے کہ آپ کی عمر سعید اس وقت ۷۰ برس تھی کہ جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ جہاد میں شرکت کے لئے گجرات گئے تھے آپ بہت بڑی روحانی شخصیت تھے۔ آپ کا وصال ۴۱۱ھ کو ہوا۔ مزار اقدس آپ کا آپ کے والد گرامی کے مزار اقدس کے پاس ہی یعنی چشت ہی میں ہے۔

حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ کے حقیقی خواہر زادہ تھے اور آپ کے منہ بولے بیٹے بھی تھے۔ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ناصر الدین جبکہ کنیت ابو یوسف ہے آپ کا تعلق حسنی سادات سے تھا اور آپ کے والد ماجد کا نام محمد سمعان تھا۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کو سماع کا بے حد شوق تھا مگر آپ کی محفل سماع میں فقراء، علماء، فضلا اور مشائخ کے علاوہ دوسرے کسی کا داخل ہونا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ یعنی عام لوگ آپ کی محفل سماع میں نہیں آسکتے تھے جو رواج ازاں بعد ہر طرف پھیل گیا اور خرافات کا موجب بن گیا۔ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس اکثر آیا کرتے تھے۔

مگر تاریخی اعتبار سے یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے کیونکہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۳۳۴ھ میں ہوا تھا اور حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۴۵۹ھ میں ہوا تھا۔ یعنی ایک سو پچیس برس کا تو یہی فرق ہے۔ واللہ العالم۔

آپ کا وصال ۲۶ ربیع الآخر ۴۵۹ھ کو ہوا۔ مزار اقدس آپ کا چشت میں موجود ہے جہاں اللہ کی مخلوق فیضیاب ہو رہی ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا اسم گرامی مودود تھا جبکہ قطب الدین آپ کا لقب تھا۔ آپ نے اپنے والد گرامی ہی کی بیعت کی تھی اور ازاں بعد آپ کو خلافت و اجازت سے بھی نوازا گیا۔

آپ بھی سماع کو شوق سے سنتے تھے اور طریقہ آپ کا بھی اپنے والد گرامی سے مختلف نہ تھا بڑے بڑے لوگ آپ کی صحبت اختیار کرتے اور فیض حاصل کرتے۔ نفحات الانس کے مطابق آپ کو دو شیوخ سے خلافت حاصل ہوئی تھی ایک تو اپنے والد گرامی قدر سے اور دوسری حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ سے۔

آپ کا وصال یکم رجب المرجب ۵۲۷ھ کو ہوا۔ مزار آپ کا چشت ہی میں موجود ہے جہاں سے لاتعداد لوگوں نے فیض حاصل کیا ہے۔ روایت ہے کہ بیت المقدس سے چشت تک آپ کے خلفاء کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ خلیفہ اعظم و اکمل تھے۔ آپ موضع زندنہ میں تولد ہوئے۔ یہ قصبہ بخارا کے نزدیک ہی واقع ہے۔ ظاہری علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے دینی و روحانی تعلیم حضرت خواجہ

مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور ازاں بعد خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔

روایت ہے کہ توحید کے مسئلہ پر آپ بڑی عالمانہ دسترس رکھتے تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ مسلسل چالیس برس تک صحرا میں گمنامی اور تنہائی کے عالم میں رہے جہاں آپ درختوں کے پتے وغیرہ کھا کر گزارا کرتے تھے ہمیشہ روزہ رکھتے اور ساگ کے تین لقموں اور تھوڑے سے نمک کے ساتھ روزہ افطار کرتے تھے۔ آپ کا وصال ۶۱۲ھ کو ہوا۔ مزارِ اقدس آپ کا بخارا شہر کے ایک محلہ زندنہ میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ حافظ قرآن بھی تھے اور علوم ظاہری و باطنی کے بھی ماہر تھے۔ آپ کی ولادت نیشا پور کے قصبہ ہارون میں غالباً ۵۲۶ھ میں ہوئی کیونکہ یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کا وصال ۶۱۷ھ میں ۹۱ برس کی عمر میں ہوا تھا چنانچہ آپ کا سن ولادت ۵۲۶ھ ہی بنتا۔

آپ کا اسم گرامی عثمان ہے جبکہ کنیت ابوالنور ہے مگر شہرت آپ کو یوسف ہارونی کے نام سے ہی حاصل ہوئی تھی۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جید عالم تھے اور سماع کے بہت شوقین تھے۔ کلام اللہ شریف آپ ایک دن میں دو مرتبہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

آپ نے حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی مدارج حاصل کرنے کی تعلیم حاصل کی اور پھر خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔ حصول خلافت کے بعد آپ سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور کئی ممالک کی

سیاحت کی لاتعداد لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور دین اسلام میں آ گئے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سیوستان کا بھی سفر اختیار کیا تھا جہاں آپ کی ملاقات شاہ صدر الدین سے ہوئی تھی یہ روایت ہمیں خواجہ سیف الدین چشتی کے ملفوظات دلیل العارفین سے حاصل ہوئی ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۹۱ برس کی عمر میں ۶۱۷ھ میں ہوا۔ آخری عمر میں آپ مکہ معظمہ چلے گئے تھے اور وہیں معتکف ہو گئے جہاں آپ کا وصال ہوا آپ کا مزارِ اقدس مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف اور جنت معلیٰ کے درمیان تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان و ہندوستان کا ہر شخص حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے بخوبی واقف ہے۔ آپ ہی نے اس خطہ میں سلسلۂ چشتیہ کے ذریعہ اسلام کو پھیلایا۔ نام تو آپ کا معین الدین ہے جبکہ القاب آپ کے خواجہ بزرگ، خواجہ خواجگان، خواجہ غریب نواز، نائب الرسول فی الہند اور سلطان الہند ہیں۔

آپ حسینی سادات میں سے تھے اور آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک سید حسن جبکہ لقب غیاث الدین تھا۔ ولادت آپ کی قصبۂ سجستان میں ۵۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ کا شجرۂ نسب کچھ اس طرح ہے کہ خواجہ معین الدین بن غیاث

الدین کمال الدین بن احمد حسین بن طاہر بن عبدالعزیز بن ابراہیم بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کر لی تو آپ کو ۵۴۴ھ میں نیشا پور کے ایک مدرسہ میں بھیج دیا گیا جو کہ اس دور میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے بعد دوسرا سب سے بڑا مدرسہ خیال کیا جاتا تھا۔ ابھی آپ کی عمر سعید پندرہ برس کے قریب ہوئی تھی کہ آپ کے والد محترم کا وصال ہوگیا۔

وراثت میں آپ کو ایک باغ اور ایک پن چکی حاصل ہوئی جو کہ گزر اوقات کے لئے بہت کافی تھی آپ کا زیادہ وقت اسی باغ میں گزرنے لگا۔ اسی اثناء میں آپ کے باغ میں ایک مجذوب بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ آپ نے جلدی سے ان کی خدمت میں انگور کے خوشے توڑ کر پیش کئے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کھلی کا ایک ٹکڑا اپنے منہ میں چبا کر آپ کو کھانے کے لئے دیا۔ یہ کھاتے ہی حضرت خواجہ کی باطنی کیفیات ہی بدل گئیں اور آپ کا دل نورِ الٰہی سے جگمگا اُٹھا۔

آپ نے باغ وغیرہ کو چھوڑا اور حصول روحانی تعلیم و تربیت کے لئے چل دیئے سب سے پہلے آپ بخارا پہنچے اور کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سمرقند کا رخ کیا۔ روحانی مراتب کے لئے کسی بڑی روحانی شخصیت کی تلاش آپ نے شروع کر دی اور اسی سلسلہ میں اب آپ نے عراق کا قصد فرمایا۔ جب آپ

نیشا پور کی حدود میں واقع قصبہ 'ہارون' میں پہنچے تو یہاں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے بعد آپ کو پوری طرح محسوس ہوا کہ جیسے آپ کی تلاش مکمل ہوئی اور گوہر مقصود ہاتھ لگ گیا۔ آپ نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور اُن کی ہدایات کے مطابق عبادت و ریاضت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کو خرقۂ خلافت سے بھی نوازا گیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیس برس تک حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اس عرصہ میں آپ نے ان کی معیت میں سیاحت بھی کی اسی دوران آپ دونوں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ خواجہ ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں آپ کے لئے بہت زیادہ دُعائیں کیں۔ مدینہ طیبہ میں حاضری کے دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ رسالت سے ہندوستان جانے کی بشارت بھی ملی۔

حجازِ مقدس کے سفر سے واپسی پر جب مرشد کامل نے قصبہ ہارون میں قیام اختیار کیا تو آپ سنجان کے مقام پر پہنچے اور وہاں حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہاں آپ کا قیام قریب اڑھائی برس تک رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ وہاں سے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ بغداد میں آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مرشد گرامی

حضرت شیخ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی جبکہ آپ حضرت خواجہ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ یہ روایت ہمیں جناب عبدالمجید میمن صاحب کی کتاب 'پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں' کے صفحہ نمبر ۲۲۴ پر دستیاب ہوئی ہے۔

اگر تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو ان ملاقاتوں کا امکان محال نظر آتا ہے۔ اسی صفحہ پر جناب عبدالمجید سندھی صاحب نے رقم فرمایا ہے کہ ''چنانچہ آپ کے پیرو مرشد نے وہاں آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۲ برس تھی۔''

اس سے آگے آپ نے یہ تحریر فرمایا کہ وہاں سے آپ سنجان پہنچے اور وہاں شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی سال رہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ روایت اس لئے محال دکھائی دیتی ہے کہ اگر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت ۵۳۴ھ تسلیم کر لیں جو کہ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲۳ پر درج ہے تو ۵۲ سال بعد سن بنتا ہے ۵۸۶ھ اور اس میں اگر ڈھائی سال مزید بھی شامل کر لئے جائیں جو کہ آپ نے سنجان میں گزارے تو یہ سن ہو جاتا ہے تقریباً ۵۸۸ھ یا ۵۸۹ ہجری۔

اسی کتاب یعنی 'پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں' کے صفحہ نمبر ۳۷ پر آپ نے رقم فرمایا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱ ربیع الآخر سنہ ۵۶۱ھ (۱۴ فروری ۱۱۶۶ء) کو وفات پائی اور بغداد کے مدرسہ باب الارج میں مدفون ہوئے۔'' نیز یہ کہ آپ نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۳۶ پر درج فرمایا

ہے کہ حضرت ابونجیب عبدالقاھر رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۵۶۴ھ (۱۱۶۸ء) میں بغداد میں وفات پائی۔

چنانچہ یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابونجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تو ۵۷۰ء سے بھی پہلے وصال فرما چکے تھے۔ چنانچہ ملاقات کا امکان محال دکھائی دیتا ہے اس سے آگے آپ رقم فرماتے ہیں کہ بغداد سے حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہمدان آئے اور خواجہ یوسف ہمدانی سے ملے (یاد رہے کہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کا وصال ۵۴۰ھ میں ہوا جب حضرت خواجہ کی عمر ۵ برس تھی) ہمدان سے تبریز پہنچے اور حضرت جلال الدین تبریزی کے مرشد ابوسعید تبریزی سے ملاقات کی۔ وہاں سے استر آباد آئے اور شیخ ناصر الدین استر آبادی کی زیارت کی۔

استر آباد سے 'ہری' ہوتے ہوئے آپ سبزوار پہنچے وہاں سے آپ شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں کچھ عرصہ رہے۔ وہاں سے آپ یعنی بلخ سے آپ ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے اور حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر چلہ کشی کی۔ آپ ۵۶۱ھ میں اجمیر شریف میں تشریف فرما ہوئے۔

اجمیر جو کہ ایک عام سا قصبہ تھا آپ کے دم قدم کے صدقہ میں اجمیر شریف بن گیا اور تاریخ عالم میں ایک نمایاں مقام حاصل کر گیا۔ اجمیر کا شمار دنیا کے مقدس شہروں میں ہونے لگا کیونکہ یہاں سلسلۂ چشت کے عظیم الشان روحانی راہبر و راہنما کا مزارِ اقدس ہے۔

تاریخی حقیقت ہے کہ آپ کی تبلیغ و ترویج سے کفرستان میں دین

اسلام کا اُجالا پھیلنے لگا اور گمراہوں کو راہِ ہدایت نصیب ہونے لگی۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب پورا ہندوستان ہی اسلام کے نور سے منور ہوگیا اور ایک اسلامی معاشرہ معرضِ وجود میں آگیا۔ آپ اجمیر میں ایک چھوٹی سی کٹیا یعنی جھونپڑی میں رہتے تھے اور نہایت سادہ سی زندگی گزارتے تھے۔

آپ صاحب نظر اور صاحب کشف بزرگ تھے جس پر بھی نظر ڈالتے اسی کا بیڑہ پار ہو جاتا آپ بادشاہوں' امراء اور وزراء سے میل جول کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا وصال ۲ رجب ۶۳۲ھ بمطابق ۱۲۳۵ء کو ہوا آپ کا مزار اقدس آپ کے اسی حجرہ میں بنایا گیا جہاں آپ رہتے تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجۂ خواجگان کے یوں تو بہت زیادہ تعداد میں خلفاء عظام تھے مگر سب سے زیادہ شہرت جنہوں نے حاصل کی وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بختیار تھا جبکہ قطب الدین لقب تھا۔ آپ سید تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے آپ کے والد گرامی قدر کا اسم گرامی کمال الدین احمد تھا۔

آپ کی ولادت ماوراء النہر کے ایک قصبہ اوش میں ہوئی اور آپ نے اوش میں ہی ابتدائی مروجہ تعلیم حاصل کی۔ یہیں آپ نے طریقہ سلوک کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ ابھی چھوٹی عمر ہی میں تھے کہ آپ عبادات و ریاضات میں مشغول رہنے لگے یہ معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی

رحمۃ اللہ علیہ کب قصبہ اوش میں تشریف فرما ہوئے مگر جب آپ نے اوش میں قدم رنجہ فرمایا تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷ سال کی عمر میں ہی آپ کو مرشدِ کامل نے خرقہ خلافت سے نوازدیا تھا۔ آپ تقریباً ۱۷ سال تک حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور اس دوران سیاحت بھی کی۔ جب حضرت خواجہ بغداد تشریف آئے تو آپ بھی ہمراہ تھے جہاں حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ملاقاتیں کیں۔

ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ نہیں تھے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ آپ پھر بغداد چلے گئے اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ خراسان سے ہندوستان جارہے ہیں تو آپ بھی عازم ہندوستان ہوئے۔ ان سفر میں حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے جو آپ کے ساتھ ملتان تک آئے اور وہ کچھ عرصہ کے لئے ملتان میں حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ٹھہرے اور آپ دھلی چلے آئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی میں تشریف فرما ہوئے تو اس وقت سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی جس نے جب

آپ کی آمد کی اطلاع سنی تو بنفس نفیس استقبال کے لئے آیا اور یہ استدعا کی کہ آپ شہر کے اندر قیام فرمائیں مگر آپ نے شہر کے باہر قیام کرنے کو پسند فرمایا مگر کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سلطان کے بصد اصرار پر شہر کے اندر ملک عین الدین کی مسجد میں قیام کرنے نیں حامی بھری اور وہیں اقامت پذیر ہو گئے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے اپنے مرشد کامل کی خدمتِ اقدس میں شوق ملاقات اور اشتیاق قدم بوسی کا عریضہ ارسال فرمایا آپ کی محبت نے رنگ دکھایا اور مرشد کامل نے اپنے مرید پاکباز سے ملاقات کے لئے دہلی کا سفر اختیار فرمایا۔

آپ کی زندگی انتہائی سادگی کا زرین نمونہ تھی اگرچہ وقت کا سلطان یعنی سلطان شمس الدین التمش آپ کا عد درجہ معتقد تھا گاہے بہ گاہے قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتا رہتا تھا مگر آپ کو اس کے ساتھ کوئی کام نہ تھا سوائے نصیحت کرنے اور خدمت خلق کرنے کی تلقین کے۔

عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زندگی کا خاصہ تھا اور آپ روزانہ تین ہزار مرتبہ درود شریف ایک رات میں پڑھا کرتے تھے۔ سماع سے آپ کو بے حد لگاؤ تھا اور آپ کی رحلت بھی محفل سماع میں ہی ہوئی تھی۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ آپ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں محفل سماع میں تشریف فرما تھے جب قوال نے احمد جام کا یہ شعر پڑھا۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگراست

اس شعر کی تکرار نے آپ پر وجدانی کی کیفیت طاری کر دی جو کہ مسلسل تین شب و روز تک جاری رہی مگر یہ بات قابل غور ہے کہ نماز کے وقت آپ بالکل ٹھیک ہو جاتے اور وضو کر کے نماز ادا کرتے اور پھر حالت وجد میں چلے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ نے ۱۴، ربیع الاول ۶۳۳ھ کو وصال فرمایا اور مدفن آپ کا دہلی کے قریب واقع مھرولی میں ہے۔

آپ کا وصال اپنے مرشد کریم کے وصال سے آٹھ نو ماہ بعد ہی ہوا اس سے یہی تاثر حاصل ہوتا ہے کہ آپ کو مرشد کریم کی جدائی نے بے حال کر رکھا تھا اور اسی صدمہ سے آپ دنیا سے آخرت کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص اور تربیت یافتہ حضرت شیخ الکبیر خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی روحانی شخصیت ہیں۔ سلسلۂ چشتیہ میں آپ کو بہت ہی خاص الخاص مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ آپ وہ واحد شخصیت ہیں کہ آپ کے قدمین شریفین کے صدقہ سے کئی ایک سلاسل معرضِ وجود میں آئے جن میں سے اولین طور پر سلسلہ نظامیہ اور سلسلہ صابریہ معرض وجود میں آئے جن سے پھر کئی ایک سلاسل بنے جن کا مرکز و منبع بلاشبہ آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔

حضرت شیخ الکبیر خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۵۹۵ھ یا ۵۶۹ھ ہے زیادہ تر محققین کا اتفاق ۵۶۹ھ پر ہی ہے۔ آپ کی ولادت ملتان کے ضلع کھتوال میں ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت سیدنا عمر

فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ ہی میں حاصل کی جس کے بعد آپ مزید تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے مولانا منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں قیام فرمایا اور پہلے قرآن کریم حفظ کیا اس کے بعد آپ نے فقہ کی معروف کتاب 'نافع' کا مطالعہ شروع کیا۔ ایک روز آپ مسجد میں بیٹھے نافع پڑھ رہے تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کو دیکھا آپ کے پاس آ کر انہوں نے آپ سے بات چیت کی۔

آپ کی عمر اگرچہ ابھی محض پندرہ سولہ برس تھی مگر آپ حضرت خواجہ کی شخصیت کے گرویدہ ہو گئے۔ آپ روزانہ حضرت خواجہ کی قیام گاہ پر حاضر ہوتے اور خدمت کرتے۔ جب حضرت خواجہ دہلی کے لئے روانہ ہوئے تو دو تین کوس تک آپ ان کی سواری کے ساتھ پیدل دوڑتے رہے۔ ایک جگہ حضرت خواجہ نے سواری رکوائی اور پوچھا فرید کیا بات ہے؟ آپ نے بیعت کے لئے عرض کیا تو حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا ''فرید! پہلے تحصیل علم کرو کیونکہ بے علم صوفی مسخرا شیطان ہوتا ہے۔''

حصول تعلیم کی لگن مزید تیز ہوگئی۔ کچھ عرصہ تو آپ ملتان ہی میں تعلیم حاصل کرتے رہے پھر اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت حاصل کر کے ہندوستان سے باہر کے ملکوں میں جانے کا قصد فرمایا۔ سب سے پہلے آپ غزنی گئے جہاں سے بغداد اور پھر بدخشان وغیرہ کی سیاحت فرمائی۔

ان ممالک میں آپ نے بلند مرتبہ بزرگوں سے فیض روحانی حاصل کیا۔ بغداد میں آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض روحانی حاصل کیا۔ آپ کو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حد درجہ عقیدت تھی جو کہ تادم آخر قائم و دائم رہی۔ یہیں آپ کی دوستی حضرت خواجہ غوث بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہوئی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کم از کم پانچ برس تک حصول تعلیم کے لئے غزنی' بغداد' بخارا' بدخشاں اور دیگر شہروں میں گزارے۔ آپ جب ملتان تشریف لائے تو والدہ صاحبہ کی اجازت سے دہلی کی جانب روانہ ہوئے جہاں پیرومرشد تشریف فرما تھے۔

حضرت خواجہ نے آپ کو فرمایا کہ غزنیں دروازے کے قریب ایک کمرہ میں قیام کریں اور خود کو عبادت و ریاضت میں مشغول کر لیں۔ یہیں آپ کو خطاب ''گنج شکر'' حاصل ہوا۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ غزنیں دروازے کے پاس کمرے میں آپ متواتر روزے رکھ رہے تھے اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ افطاری کے لئے کچھ نہ تھا جس کے باعث کمزوری حد درجہ بڑھ گئی آپ نے چند سنگریزے منہ میں رکھے تو وہ شکر بن گئے۔ جب یہ اطلاع حضرت خواجہ کو ملی تو آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ ''فرید تو گنج شکر ہے''۔

اس کے علاوہ ایک دوسری روایت یہ بھی ہے جس کے مطابق جب آپ پاکپتن شریف میں تھے تو ایک تاجر ملتان سے دہلی جاتے ہوئے وہاں ٹھہرا تو آپ نے پوچھا کہ بھائی تمہارے اونٹوں پر کیا ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر کہہ

دیا کہ شکر ہے تو یہ فقیر مانگ نہ لے چنانچہ اس نے کہا کہ نمک ہے۔ آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اچھا اگر نمک کہتے ہو تو نمک ہی ہوگا۔

یہ سوداگر جب دہلی پہنچا اور شکر فروخت کرنے لگا تو جو بھی بوری کھولتا اس میں سے نمک ہی نکلتا وہ الٹے پاؤں پاکپتن پہنچا اور معافی مانگی اب آپ نے فرمایا اچھا بھائی اگر شکر کہتے ہو تو شکر ہی ہوگا جب وہ دہلی پہنچا تو واقعی شکر ہی تھی اس کے علاوہ بھی چند ایک روایات موجود ہیں جن میں ایک شکر کی بارش والی روایت بھی ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی تشریف لائے تو بذاتِ خود غزنیں دروازے میں آپ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں آپ کو بہت زیادہ دعاؤں سے نوازا۔ مرشد کریم نے جب دیکھا کہ آپ نے راہ سلوک کی منازل کامیابی سے طے کر لی ہیں تو آپ کو ارشاد فرمایا کہ اب ھانسی میں چلے جائیں اور عوام الناس کو فیض پہنچائیں۔ یہ حکم یقیناً خلافت و اجازت کے بعد ہی ہوا تھا۔

جب آپ نے کچھ عرصہ ہانسی میں گزار لیا تو آپ عقیدت مندوں کی کثیر تعداد سے پریشان ہوئے اور سوچا کہ واپس دہلی جایا جائے آپ نے بڑی بے قراری کے ساتھ دہلی کا سفر کیا اور جب آپ دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ مرشد کامل کو وصال فرمائے تین دن گزر چکے ہیں۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے تبرکات یعنی خرقہ، عصا اور مصلّی وغیرہ حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیں جنہیں آپ

کے حوالہ کرنے کی وصیت انہیں مرشد کامل نے قبل از وصال فرمائی تھی۔

یہ بھی ایک حیرت انگیز بات ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس موجود نہ تھے اور جب حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے اسی طرح جب حضرت قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے اور پھر جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے۔

مہرولی میں کچھ عرصہ گزار کر آپ ایک مرتبہ پھر ھانسی چلے آئے مگر غیبی اشاروں کی بناء پر آپ نے اجودھن کے لئے رخت سفر باندھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی میں شدید ترین ریاضات اور مجاہدات کیئے جن میں دو تو ایسی تھیں کہ شائد ہی کوئی دوسرا کر پائے ان میں ایک تو طے کا روزہ ہے اور دوسرا چلہ معکوس ہے۔ چلہ معکوس دراصل کسی کنویں میں الٹا لٹک کر عبادت کی جاتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آپ بیس سال تک عالم تحیر و تفکر میں کھڑے رہے اور بالکل بھی بیٹھے نہیں' اس دوران آپ کے پاؤں سوج گئے اور ان سے خون بہنے لگا' اس عرصہ میں ان کو یاد نہیں کہ انہوں نے کچھ کھایا پیا ہو۔ واللہ عالم

لاکھوں کی تعداد میں طالبانِ حق نے آپ سے فیض روحانی حاصل کیا اور آپ کے رشد و ہدایت کا اثر بلاشبہ برصغیر کے کونے کونے میں پہنچا۔ آپ

نے جہاں شدید ترین ریاضات کیں وہاں آپ نے تبلیغ دین کے لئے بہت زیادہ سفر بھی اختیار کئے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید جلال سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ نے تبلیغ دین کے لئے بہت سے سفر اختیار کئے۔

جب آپ نے پاکپتن شریف میں قدم رنجہ فرمایا تو یہ دراصل ہندو جوگیوں اور ساحروں کا مسکن تھا اور ان لوگوں نے عام لوگوں کو طرح طرح کے اوہام میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ان لوگوں نے پہلے پہل تو آپ کو بھی زچ کرنے کی کوشش کیں مگر تھک ہار کر آپ کے قدموں میں گر گئے اور بیعت کی درخواستیں کرنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی شخصیت سے حکمران بھی ازحد متاثر تھے مگر آپ ان سے میل جول ذرا پسند نہیں فرماتے تھے۔

حکام وقت کو آپ دوران ملاقات نصیحت فرماتے اور اگر وہ کچھ نذر نیاز وغیرہ پیش کرتے تو آپ برملا انکار کر دیتے تھے۔ آپ کی تاریخ وصال کے بارہ میں تواریخ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، خزینۃ الاصفیاء میں ۶۷۰ھ، جواہر فریدی میں سیر الاولیاء میں اخبار الاخیار اور سفینۃ الاولیاء میں ۶۶۴ھ، سیر الاقطاب میں ۶۹۰ھ درج ہے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ کا وصال ۹۲ برس کی عمر میں ۶۶۱ھ میں ہوا۔ واللہ عالم

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الکبیر خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ وہ واحد برگزیدہ شخصیت ہیں کہ جن کے تین خلفائے ذیشان نے ملک ہندوستان میں لازوال

شہرت حاصل کی اور ان کے سلاسل قائم دائم ہیں۔ یہ تینوں خلفاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی شیخ کے ایک ہی خلیفہ شہرت حاصل کرتے ہیں اور انہی سے سلسلہ چلتا ہے مگر حضرت شیخ الکبیر رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تینوں خلفاء اپنی جگہ مسلمہ حیثیت کے حاملین تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا نام نظام الدین محمد ہے جبکہ القاب سلطان المشائخ' اولیاء اور محبوب الٰہی زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے والد گرامی قدر کا اسم مبارک احمد بن دانیال تھا جو کہ بخارا سے پہلے تو لاہور تشریف فرما ہوئے اور ازاں بعد بدایون میں سکونت اختیار کر لی یہیں پر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

ابھی آپ کی عمر سعید محض پانچ برس ہی تھی کہ آپ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور اب آپ کی تمام تر تعلیم کی ذمہ داری والدۂ ماجدہ نے سنبھال لی۔ ابتدائی تعلیم تو آپ نے بدایوان میں ہی حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا شمس الدین دامغانی اور مولانا کمال الدین زاہد بھی شامل تھے۔

پاک وہند میں اگرچہ سلسلۂ چشتیہ کی داغ بیل حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ڈالی تھی اور حضرت شیخ الکبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو وسعت دی تھی نہ صرف وسعت دی بلکہ اس کو منظم بھی فرمایا تھا جس کی وجہ سے یہ ایک موثر تحریک کی شکل اختیار کر گئی تھی جبکہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

روحانی تربیت کا تھا۔ آپ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر دہلی آ گئے مگر بے سکونی کی سی کیفیت طاری رہنے لگی جس کے بعد آپ دہلی سے ملحقہ شہر غیاث پور میں آ گئے۔ اگرچہ یہ زمانہ بڑی ہی تنگی ترشی کا تھا مگر جب سلطان جلال الدین خلجی نے لنگر کے اخراجات کے لیے چند دیہات بطورِ نذر پیش کیے تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔

ازاں بعد شیخ کامل کی دُعا کے بعد فتوح کا دروازہ ایسا کھلا کہ تنگی ترشی جاتی رہی اور اب ہزاروں لوگ لنگر کھاتے اور کمی نہ ہوتی۔ اس کے باوجود آپ کے اکثر ایام روزہ رکھ کر ہی گزرتے۔ آپ اپنے پاس آنے والوں کا حد درجہ خیال رکھتے اور انہیں بغیر کھائے پیئے جانے نہ دیتے۔ اگر کوئی اپنا دکھ درد آپ کو سناتا تو اکثر اوقات آپ آبدیدہ ہو جاتے اور ان کی دلجوئی کرتے اور انہیں ڈھارس بندھاتے۔ دن رات میں کسی بھی وقت آپ کی خانقاہ کا دروازہ کسی آنے والے کے لیے بند نہیں ہوتا تھا۔

"گلزارِ ابرار" میں مرقوم ہے کہ آپ نے بڑے بڑے شہروں میں اپنے بلند مرتبہ سات سو خلفاء کو روانہ فرمایا اور انہوں نے ان علاقوں کو اپنے عرفان سے منور کیا۔ یہ وہ تربیت یافتگان شخصیات تھیں کہ جن کی مثل پھر ہمیں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ انہی بزرگوں نے دین اسلام کو ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلایا اور جس کی روشنی آج بھی ہمیں اپنے چاروں اطراف میں دکھائی دیتی ہے۔

غیاث پور ہی جسے اب بستی نظام الدین کہا جاتا ہے میں حضرت خواجہ

والدہ ماجدہ وصال فرما گئیں تو آپ نے مستقل طور پر دہلی میں مرشد کے قدموں میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں آپ کو حضرتِ خواجہ نے ایک حجرہ عطا فرما دیا جہاں آپ عبادات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ اسی عرصہ میں آپ نے راہ سلوک کی منازل کامیابی سے عبور کیں۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خوش بختی تھی کہ حضرتِ خواجہ نے آپ کو دہلی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ آپ کو وہ تبرکات بھی عطا کیے جو حضرت شیخ الکبیر سے حاصل ہوئے تھے۔ اب آپ نے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا اور لوگوں کو فیض پہنچانے لگے۔

آپ کے پاس دور و نزدیک سے لاتعداد لوگ حاضر ہوتے اور فیض روحانی سے اپنی جھولیاں بھر کر جاتے۔ آپ اپنی محافل میں قرآن کریم اور احادیث نبوی کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے۔ اس دور میں سلطان محمد بن تغلق بادشاہ تھا۔ وہ ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اس کی مرضی و منشا یہ تھی کہ ملک کے علماء اور مشائخ کرام اس کی تابعداری کریں۔

حضرت خواجہ کو اس نے تنگ کرنا شروع کر دیا کیونکہ آپ اس کی مرضی کے مطابق چلنے کو تیار نہ تھے۔ آپ گاہے بہ گاہے اس کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ شائد یہ راہِ راست پر آ جاتے۔ وہ اکثر آپ کو اپنے ساتھ سفر پر بھی لے جاتا جس سے آپ کی شان میں فرق آتا آپ یہ سب کچھ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی وصیت کی وجہ سے برداشت کرتے کیونکہ وفات سے کچھ دیر قبل ہی انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ دہلی کے لوگوں کی

جفاؤں کو صبر وستون سے برداشت کرنا۔

☆☆☆

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ زیادہ وقت اپنی خانقاہ میں ہی گزارتے اور اپنے پاس آنے والوں کی دادرسی کرتے۔ آپ کا وصال ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزارِ اقدس بھی دہلی میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کے یوں تو بے شمار خلفاء تھے جن حضرت خواجہ سیّد محمد گیسو دراز' مخدوم جہانیاں جہاں گشت جیسی نابغہ روزگار شخصیات بھی شامل تھیں جن کے اپنے سلاسل بھی موجود تھے مگر حضرت خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ نے بہت شہرت حاصل کی اور انہی میں سے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کا شجرۂ طریقت بھی تعلق رکھتا ہے۔

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ علیہ الرحمۃ کا تعلق حضرت خواجہ چراغ دہلی علیہ الرحمۃ سے بڑا ہی خاص تھا آپ نہ صرف حضرت خواجہ کے مرید اور خلیفہ تھے بلکہ خواہر زادہ بھی تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں بلند درجات کے حامل تھے جبکہ علوم تفسیر' حدیث اور فقہ میں کامل دستوری رکھتے تھے۔ مرشد کامل نے آپ کو اپنی خصوصیات کی وجہ سے ''علامہ'' کے لقب سے سرفراز کر رکھا تھا۔

مناقب المحبوبین میں رقم ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نور محمد مہاروی

علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کو الہامِ غیبی سے معلوم ہوا کہ سلسلۂ چشتیہ بہشتی میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس کا وجودِ مسعود اِس سلسلہ والوں کے لیے نجات کا باعث ہوگا۔ اسی شخص کی علامت یہ ہوگی کہ ایک وقت اس پر ایک خاص قسم کی استغراقی حالت طاری ہوگی اور اس حالت کی نشاندہی بھی فرما دی۔

چنانچہ حضرت عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ مدت تک اس شخص کی تلاش میں رہے مگر ان کے اپنے مریدوں اور دوستوں میں وہ صورت نظر نہ آئی۔ انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کو وصیت فرمائی کہ اگر ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں ایسی صورت و علامت نظر آئے تو ان سے تمام اہل سلسلہ کے حسنِ خاتمہ کے لیے دُعائے خیر کروائیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی زندگی میں وہ صورت نہ دیکھی تو انہوں نے حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کو وصیت فرمائی۔ یہاں تک کہ سلسلہ بہ سلسلہ یہ وصیت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ تک پہنچی۔ وہ بھی اس صورت کی تلاش میں تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کو حوض کے کنارے بیٹھے دیکھا۔ ان کے دونوں پاؤں پانی میں تھے' استغراق کا عالم تھا اور وہی علامات ان پر وارد تھیں جن کی نشان دہی کی گئی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے جونہی وہ علامات

ملاحظہ کیں تو حضرت خواجہ چراغ دہلی کی طرف اتنی جلدی سے بھاگے کہ دوسرے کے کنارے سے کپڑوں سمیت حوض میں داخل ہو گئے اور خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پکڑ لیئے۔ جب وہ قدرے ہوش میں آئے اور اپنے شیخ کو اپنے پاؤں پکڑے دیکھا تو پاؤں کھینچنے چاہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا میں نے یہ کام از خود نہیں کیا بلکہ ہمیں خواجۂ خواجگانِ چشت سے یہ وصیت پہنچی ہے' میں تو نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ سلسلۂ چشتیہ میں سب داخل ہونے والوں از اوّل تا آخر قیامت کے لیے حسن خاتمۂ نجاتِ اُخروی و رضائے الٰہی کی دُعا نہ کر دیں پس انہوں نے دُعا کی۔

مؤلف مناقب نے اپنی کتاب میں یہ بھی رقم فرمایا ہے کہ ''میں نے ایک رسالہ میں یہ واقعہ اس طرح بھی دیکھا ہے کہ جب یہ وصیت حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے ربّ العزت کی جناب میں عرض کیا کہ یا الٰہی! یہ وصیت ہمارے پیروں میں شروع سے چلی آ رہی ہے۔ آپ کیوں نہیں بتا دیتے کہ فلاں شخص ہے اور فلاں کے مریدوں میں سے وہ شخص ہو گا۔ چنانچہ حکم ہوا کہ تمہارے مریدوں میں سے نظام الدین بدایونی ہے اسی کے مریدوں میں سے وہ شخص ہو گا۔ پس جب حضرت گنج شکر علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کو خلافت دے کر دہلی کی طرف روانہ فرمایا تو یہی وصیت فرمائی کہ تمہارے مریدوں میں سے ایک شخص ایسا ہو گا' تم اس سے سلسلۂ چشتیہ کے لیے دُعائے بخشش کروانا۔

پس آپ ایک دن خلوت میں بیٹھے تھے کہ حضرت چراغ دہلی علیہ

الرحمۃ پر وہ حالت طاری ہوئی۔ آپ کو کشف سے معلوم ہوا۔ پس آ کر انکے پاؤں پکڑ لیتے۔ حضرت چراغ دہلی علیہ الرحمۃ نے پوچھا تو کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نظام۔ فرمایا کہ نظام کا اسی وقت کیا کام۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ کو بخش دیجیے' فرمایا کہ بخش دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کے ساتھ آپ کا یہ بھی تعلق تھا کہ آپ کے والد ماجد یعنی حضرت عبد الرحمٰن' حضرت خواجہ چراغ دہلی کے حقیقی چچا کے بیٹے تھے۔ آپکا نسب حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

حضرت خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ اگرچہ شادی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر پیرو مرشد کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے آپ نے شادی کی۔ آپ کی تمام اولاد ہی باکمال تھی اور آپ کے ایک بیٹے نے حضرت خواجہ گیسو دراز علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔

آپ ایک عرصہ تک احمد آباد گجرات اور دکن میں مختلف مقامات پر تلقین و ارشاد فرماتے اور فیض روحانی سے گمراہوں کی عاقبت سنوارتے رہے۔ آپ کی حیاتِ ظاہری کے آخری ایام دہلی ہی گزرے جہاں آپ نے ۲۷ ذیقعدہ ۷۵۶ ہجری کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزارِ اقدس مرشد کامل حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس کے قریب ہی موجود ہے۔

حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ علیہ الرحمۃ کے آپ صاجزادے تھے اور اس کے علاوہ آپ اپنے والد گرامی سے بیعت اور خلافت بھی رکھتے تھے۔ آپ اپنے والد گرامی قدر کے ناصرف یہ کہ مرید اور خلیفۂ اعظم تھے بلکہ قائم مقام بھی تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی آپ کے لیے بہت سعادت کی بات تھی کہ آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ سے بھی خلافت حاصل تھی۔

آپ بڑے صاحب نظر و صاحب کشف بزرگ تھے۔ آپکی شادی حضرت خواجہ چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کے ایک مرید شیخ یحیٰی بن عبد اللطیف کی صاجزادی سے ہوئی۔ آپ کے ہاں پانچ فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمۃ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے اور آپ شاعری کے اسرار و رموز کو بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ کا ایک دیوان بھی موجود ہے۔ آپ کا وصال ۲۱ جمادی الاوّل ۸۱۷ ہجری کو ہوا۔ آپ کا مزارِ اقدس پیراں پٹن نہروالہ محلّہ برکات پورہ گجرات (انڈیا) میں مرجع خلائق ہے جہاں لوگ فیض روحانی کے لیے جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمۃ کے صاجزادۂ ذیشان و ذی

وقار تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے بیعت کی اور حضرت خواجہ گیسو دراز علیہ الرحمۃ سے بھی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں سے خلافت واجازت بھی حاصل کر رکھی تھی۔

آپ نے راہ سلوک کی منازل اپنے والد ماجد کے زیر سایہ طے کی تھیں۔ عبادات و ریاضات میں آپ اکثر اوقات مشغول رہتے تھے۔ جو بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا پہلے آپ اس کو شریعت کے علام کی تکمیل کرواتے اور اس کے بعد طریقت کی طرف رجوع کرواتے۔

اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو آپ سختی کے ساتھ نماز روزہ اور درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے اور پرہیزگاری کا درس دیتے۔

آپ کا وصال ۲۶ صفر ۸۲۹ ہجری کو ہوا۔ مزار شریف آپ کا آپ کے والد ماجد کے گنبد چی ہے جو کہ پیران پٹن نہر والا محلہ برکات پورہ گجرات (انڈیا) میں موجود ہے۔

حضرت خواجہ محمود راجن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ علم الدین علیہ الرحمۃ کے آپ مرید و خلیفۂ خاص تھے۔ یہی نہیں بلکہ آپ اپنے والد ماجد کے قائم مقام بھی تھے یعنی اپنے والد ماجد کی حیات اقدس میں اگر کہیں جانا ہوتا تو آپ ہی یہ فرائض سنبھالتے تھے۔

آپ نے اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت قازن رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ سہروردیہ میں خلافت حاصل کی اور حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ عزیز اللہ خلیفہ مجاز محبوب الٰہی سے بھی خلافتیں

حاصل کی تھیں۔

آپ کی خدمت اقدس میں جو بھی حاضر ہوتا آپ فرماتے کہ بیعت کرنے سے پہلے علوم ظاہری کی تکمیل کر کے آئے۔ پھر جب وہ آتا تو آپ اس کو بہت ہی کم عرصہ میں منزل مقصود پر پہنچا کر اجازت و خلافت سے نوازتے۔

آپ کا وصال ۲۲ صفر ۹۰۰ ہجری میں ہوا۔ مزارِ اقدس آپ کا اپنے بزرگوں کے قریب ہی یعنی پیران پٹن گجرات انڈیا میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت خواجہ جمال الدین جمن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمود راجن علیہ الرحمۃ کے آپ بیٹے بھی تھے اور مرید و خلیفہ بھی۔ آپ بہت بلند پایۂ روحانی درجات کے حامل تھے۔ اگرچہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے بیعت کی تھی مگر آپ کو حضرت شیخ نصیر الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ ابن شیخ مجدد الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔

اس کے علاوہ آپ کو خاندانِ مغربیہ کی بھی خلافت شیخ احمد کھٹور رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی جن سے آپ والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔

آپ کا اسم گرامی جمال الدین جبکہ لقب مبارک جمن تھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں کامل عبور رکھتے تھے۔ آپ کو سماع کا بے حد شوق تھا اور محافل سماع میں آپ اپنے بزرگوں کی روایات پر پوری طرح عمل پیدا ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ شاعری کے اسرار و رموز سے بھی پوری طرح واقف

تھے جس کا ثبوت آپ کا دیوان ہے۔

حضرت خواجہ جمال الدین جمن علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۰ ذی الحجہ ۹۴۰ ہجری کو ہوا۔ مخبر الاولیاء میں رقم ہے کہ آپ کا مزار اقدس نور پور شاہپور میں دریا کے سانبھر کے کناروں واقع ہے جبکہ مرات ضیائی میں درج ہے کہ آپ کا مزار اقدس خانقاہ جانپا منیر میں ہے جہاں ایک رات کفار آئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔ جرأت ضیائی میں آپ کی شہادت ۲۹ ربیع الاوّل ۹۸۲ ہجری رقم ہے۔ بحرحال بزرگوں کی تواریخ وصال میں اس اختلاف کو ہم تقریباً ہر جگہ دیکھتے ہیں۔

حضرت شیخ الاتقیا خواجہ حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ جمال الدین جمن علیہ الرحمۃ کے آپ بھتیجے تھے اور مرید و خلیفہ بھی تھے۔ آپ کے والد گرامی قدر شیخ احمد عرف میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔

آپ کا اسم گرامی حسن و محمد اور کنیت ابو صالح جبکہ لقب شیخ الاتقیا تھا۔ آپ احمد آباد گجرات انڈیا میں ۹۲۳ ہجری بمطابق ۱۵۱۷ عیسوی میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد محترم میاں جیو کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ کمال الدین علامہ سے جا ملتا ہے۔ مناقب المحبوبین میں آپ کا سلسلہ نسب اس طرح رقم ہے کہ حضرت خواجہ حسن محمد بن شیخ احمد عرف میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ بن نصیر الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی خدیجہ رحمۃ اللہ علیہا تھا جو کہ حافظۂ قرآن تھیں۔ آپکے نانا کا نام میاں شیر ملک تھا اور ان کا سلسلۂ نسب لطیف الدین تک جاتا ہے جو کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے اور انہوں نے حضرت خواجہ کمال الدین علامہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ سفر حج بھی اختیار کیا تھا۔

آپ کو اپنے چچا حضرت جمال الدین جمن سے خلافت و اجازت حاصل تھی اور اپنے والد محترم سے بھی مگر اس کے علاوہ آپ شیخ محمد غیاث نور بخش ابن محمد علی نور بخش سے بھی چند سلاسل کی خلافت رکھتے تھے۔[۱] اس کے ساتھ ہی آپ کو شیخ بہاء الدین جو حکیم سہروردی کے نام سے شہرت رکھتے ہی بھی خلافت حاصل تھی۔

آپ اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے چچا حضرت خواجہ جمال الدین جمن رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کو متفقہ طور پر اس وقت سجادہ پر بٹھایا گیا جبکہ جب آپ کے پیر و مرشد اور چچا کا وصال ہوا۔ اس وقت آپ کے والد گرامی حیات تھے۔

آپ کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۲ ہجری بمطابق ۱۵۷۵ عیسوی میں ہوا۔ جبکہ قرأت ضیائی میں درج ہے کہ آپ کا وصال ۲۷ ذیقعدہ ۱۰۸۱ ہجری بمطابق ۱۱۶۷۱ عیسوی کو ہوا۔ اس کے علاوہ مجالس چشتیہ میں آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے رقم کیا ہے کہ آپ کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۲ ہجری بمطابق ۱۵۷۵ عیسوی بروز ہفتہ ہوئی۔ مزار شریف آپ کا احمد آباد

گجرات کے محلہ شاہ پور میں آپ کے والد گرامی کے مزار اقدس کے قریب ہی مرجع خلائق ہے۔

حضرت خواجہ محمد بن حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ حسن محمد علیہ الرحمۃ کے بیٹے بھی تھے اور مرید و خلیفہ بھی۔ آپ کا اسم گرامی شمس الدین جبکہ لقب محمد تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ کا لقب قطب اور نام محمد تھا اور یہ لقب آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کے دربار گوہر بار سے عطا ہوا تھا۔

جرأت ضیائی نامی کتاب میں یہ روایت اس طرح مرقوم ہے کہ

"حضرت شیخ محمد بن شیخ حسن محمد دہلی میں مخدوم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کی زیارت کے لیے آئے۔ آپ کی قبر مبارک جو سنگ خارا سے بنی ہوئی تھی، درمیان سے شق ہو گئی اور آپ قبر کے اندر چلے گئے۔ کافی دیر کے بعد جب قبر سے باہر نکلے تو آپ کے ہاتھ میں حلوا اور نان تھا اور آپ کے گلے میں گلاب کے پھولوں کا ہار تھا۔ نیز وہ تبرکات تھے جو حضرت چراغ دہلی قبر یل ساتھ لے گئے تھے۔ آپ کے پاس تھے جو آپ کو حضرت چراغ دہلی نے عطا فرمائے اور فرمایا تو قطب ہے۔ اس دن کے بعد جو بھی آپ کو دیکھتا آپ کو شیخ محمد قطب کہتا تھا۔"

یاد رہے کہ حضرت خواجہ چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ انہیں دفن کرتے وقت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کا خرقۂ مبارک ان کے سینۂ مبارک پر، آپ کا عصا ان کے پہلو میں، آپ کی تسبیح ان کی شہادت کی انگلی میں اور آپ کی نعلین مبارک میری بغل میں رکھ دی جائیں۔ بزم صوفیاء مرتبہ سیّد صباح الدین عبد الرحمٰن صفحہ نمبر ۳۴۱، ۳۴۲ کے مطابق ایسا ہی کیا گیا۔

آپ کی والدۂ ماجدہ بی بی امتہ الغنی کے والد گرامی کا نام شیخ عطاء اللہ تھا۔ جن کا سلسلۂ نسب شیخ لطیف الدین تک جا پہنچتا ہے۔ جو کہ سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی نانی جان تاج العلماء شیخ تاج الدین کی بیٹی تھیں جو کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔

آپ احمد آباد گجرات انڈیا میں ۹۵۶ ہجری بمطابق ۱۵۴۹ عیسوی میں تولد ہوئے جبکہ مخبر الاولیاء میں رقم ہے کہ آپکا وصال ۱۹ ربیع الاوّل ۱۰۴۰ ہجری بمطابق ۵ نومبر ۱۶۳۰ عیسوی کو بروز اتوار ہوا۔ آپ کا مزارِ اقدس احمد آباد گجرات انڈیا میں آپ کے والد گرامی کے پہلو میں موجود ہے۔

آپ کی وفات کی تاریخ کی ایک اور بھی روایت ہمیں قرأت ضیائی نامی کتاب میں حاصل ہوتی ہے جو کہ ۱۹ ربیع الاوّل ۱۰۹۹ ہجری بمطابق ۲ فروری ۱۶۸۸ عیسوی بروز جمعتہ المبارک ہے۔

حضرت خواجہ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ بہت بلند پایۂ روحانی شخصیت تھے۔ آپ کا اسم گرامی محی الدین اور لقب یحییٰ مدنی جبکہ آپ کی کنیت تھی ابو یوسف۔

آپ کو شہرت آپ کے لقب اقدس سے ہی حاصل ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ تھا جن کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ کمال الدین علامہ سے جا ملتا ہے۔

حضرت خواجہ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ ۲۰ رمضان المبارک ۱۰۱۰ ہجری بمطابق ۱۴ مارچ ۱۶۰۲ عیسوی کو تولد ہوئے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی رابعہ تھا جو کہ حضرت شیخ تاج محمد عرف ملک تاجو رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔

آپ اپنے جدامجد حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و قائم مقام تھے۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر ہندوستان کو خیر باد کہا اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ تقریباً ۱۴ برس تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے اور یہیں آپ کا وصال ۲۸ صفر ۱۱۰۱ ہجری بمطابق ۱۶۸۹ عیسوی کو ہوا۔ آپ کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس کے قریب ہے۔

حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ

اگر چہ کہا تو ہرگز بیجا نہ ہو گا کہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد سلسلۂ چشتیہ کا مرکزی نظام بری طرح متاثر ہوا تھا اور وہ تحریک جو بڑی مضبوطی سے چل رہی تھی ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ اگر چہ سلسلۂ چشتیہ کے بڑے بڑے بزرگ اپنے اپنے علاقوں میں سلسلہ چشتیہ ہی کے لیے کام کر رہے تھے مگر مرکزیت نہ ہونے کی وجہ سے تحریک کی ہمہ گیر حیثیت نہ

رہی تھی۔

اس تحریک کی اسی حیثیت کو حضرت خواجہ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ نے بطریق احسن بحال فرمایا۔ ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ سلسلۂ چشتیہ کا یہ دورِ جدید تھا اور تحریک کا بھی یہ دورِ جدید تھا۔ آپ ہی وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے سلسلۂ چشتیہ میں ایک مرتبہ پھر سے باقاعدگی پیدا کی اور اس کو ایک تحریک کی شکل دی اور یہی نہیں بلکہ آپ نے اس کے بعد رشد و ہدایت اور تربیت و اصلاح کا ایک باقاعدہ اور مربوط نظام بھی قائم کیا۔

آپ نے برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں اُپنے تربیت یافتگان خلفاء روانہ کیے جنہوں نے اصلاح و تربیت کے ذریعہ صالح اور صحت مند معاشرہ کے قیام کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ یہ وہ دور تھا کہ جب ملک ہندوستان میں سیاسی ابتری اپنے عروج پر تھی اور مسلمان معاشرہ بری طرح انتشار کا شکار تھا۔ جی ہاں یہ دور زوال تھا سلطنت مغلیہ کا اور مذہب کی روح ختم ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ اہل اسلام مختلف قسم کی خرافات کا شکار ہو چکے تھے اور ان پر خود پسندی' خود غرضی اور مادہ پرستی غالب آ چکی تھی۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی تھی کہ ایک روحانی تحریک کے ذریعہ اہل اسلام کو منظم کیا جائے۔ یہ کام حضرت کلیم اللہ علیہ الرحمۃ اور آپ کے تربیت یافتگان نے بڑی خوبی سے سرانجام دیا۔

آپ کی ولادت دہلی میں ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ ہجری بمطابق ۱۶۵۰ عیسوی میں دہلی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت حاجی نور اللہ

رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل حضرت سیّدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا وطن خجند تھا جو کہ ترکستان میں واقع ہے۔ آپ کے دادا محترم علم نجوم اور ہیت پر کامل دسترس رکھتے تھے۔

مغل بادشاہ شاہجہان نے دہلی میں لال قلعہ کی تعمیر کے موقع پر انہیں خجند سے طلب کیا تھا۔ چنانچہ آپ مع خاندان کے افراد کے دہلی تشریف لے آئے۔ یہ روایت مرات ضیائی کی ہے جبکہ مخزن الاولیاء میں درج ہے کہ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ طیب تھا اور وہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ واللہ اعلم۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حصول تعلیم کے بعد ایک اتفاقیہ واقعہ سے ایسے متاثر ہوئے کہ آپ مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے جہاں علاوہ دیگر بزرگوں کے آپ نے حضرت خواجہ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ سے بھی ملاقات کی۔ یہ ملاقات دائمی محبت و اُلفت کا سبب بن گئی۔ حضرت خواجہ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ ان دنوں روحانی اشارے پر مدینہ طیبہ میں ہی مقیم تھے اور یہیں آپ کا وصال پاک بھی ہوا۔

مدینہ طیبہ میں حضرت خواجہ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ نے کچھ عرصہ یعنی چند سال حضرت خواجہ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ کی خدمت گزاری کی اور ان سے فیض روحانی حاصل کیا۔ جب آپ کی تربیت مکمل ہوگئی تو مرشد کامل نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ جب واپس ہندوستان آنے لگے تو حضرت خواجہ یحییٰ علیہ الرحمۃ نے آپ کو ایک کلاہ اور ایک شجرہ دیا اور فرمایا کہ ان چیزوں کو شیخ اچھا کے حوالہ کر دیں۔ آپ جب دہلی واپس تشریف لائے تو ان چیزوں کو شیخ اچھا کے حوالہ کیا جسکے بعد ان دونوں بزرگوں

میں محبت و الفت کا رشتہ قائم ہو گیا۔

حضرت خواجہ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کی اور خلافت حاصل کی جبکہ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت امیر محترم اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور سلسلۂ قادریہ میں حضرت سیّد محمد کبروی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔

آپ نے اپنے پاس آنے والوں پر شریعت کی پابندی پر زور دیا اور اسی طرح معاشرہ کی دیگر برائیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کی کوششیں کیں۔ آپ نے سماع کی بجائے مراقبہ کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا اور اگرچہ اس کو ترک نہیں کیا بلکہ اس کی بجائے مراقبہ کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے اپنے عقیدت مندوں کو سماع سے بروکا نہیں یعنی یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ سماع کو یکسر ترک کر دیں۔ اس زمانہ میں سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ کی صوفیانہ تحریک بھی ہر سو جاری تھی لہٰذا آپ نے کمال روا داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے عقیدت مندوں اور خلفاء سے فرمایا کہ جن جگہوں پر نقشبند مشائخ کا اثر و نفوذ ہو وہاں پر محافل سماع سے گریز کریں۔

پوری زندگی دین متین کے لیے گزار کر آپ نے ۲۴ ربیع الاوّل ۱۱۴۲ ہجری بمطابق ۱۷۲۹ عیسوی کو وصال فرمایا۔ مزار شریف آپ کا جامع مسجد دہلی اور شاہی قلعہ دہلی کے درمیان مرجع خلائق ہے۔ ایک روایت ہے کہ جب انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا تو لال قلعہ کے اردگرد تمام عمارتوں کو مُنہدم کروا دیا۔ یہاں تک کہ آپ کی خانقاہ کو بھی گرا دیا گیا مگر آپ کا مزارِ اقدس باقی رہا۔ چنانچہ آپ کے مزار شریف کے اردگرد ایک وسیع میدان موجود ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی علیہ الرحمۃ کے آپ محبوب خلیفہ و مرید تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ شیوخ شہاب الدین عمر سہروردی علیہ الرحمۃ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۰۶۰ ہجری میں کاکور متصل لکھنو میں ہوئی۔

آپ کے آباؤ اجداد اس ضلع میں سکونت پذیر تھے اور یہیں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے جب دہلی آئے تو آپ نے حضرت خواجہ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ کا بڑا شہرہ سنا۔ آپ نے مزید تعلیم کے لیے آپ ہی سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا اور آپ ہی کے دست اقدس پر بیعت کر لی۔

کچھ عرصہ آپ دہلی میں حضرت کلیم اللہ علیہ الرحمۃ کے زیر تربیت رہے اور سلوک کی منازل کو طے کیا۔ آخر ایک دن وہ بھی آیا جب آپ کو مرشد کامل نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ جب حضرت خواجہ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ آپ کامل ہو چکے ہیں تو آپ کو یہ ارشاد فرمایا کہ اب دکن میں جائیں اور وہاں خانقاہ قائم کریں۔

حسب الارشادِ مرشد پاک آپ دکن چلے آئے اور یہاں پر رُشد و ہدایت کا آغاز کر دیا۔ مگر دکن میں کسی ایک جگہ آپ کا قیام مستقل نہ رہا۔ آخر غیبی اشارے پر آپ نے اورنگ آباد میں سکونت اختیار کر لی اور پوری توجہ لوگوں کی تربیت و اصلاح میں مرکوز کر دی۔

بہت ہی جلد آپ کی خانقاہ علم و ادب کا گہوارہ بن گئی۔ یہاں سے لاتعداد لوگوں نے بلا تخصیص مذہب و ملت فیض روحانی حاصل کیا۔ دہلی سے آپ کو برابر ہدایت ملتی رہتی تھیں جن کے مطابق آپ عمل کرتے تھے۔ آپ کی گفتگو کا اصل محور اتباع سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تھا۔ سماع کا بھی شوق رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں اپنے بزرگوں کے ارشادات پر عمل کرتے تھے۔

آپ حتی المقدور یہ کوشش کرتے کہ حکمرانوں سے میل جول نہ بڑھے۔ چونکہ آپ کا قیام دار الحکومت میں تھا اس لیے حکمرانوں میں سے اکثر لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپ ان کی نذر و نیاز قبول نہیں کرتے تھے ہاں مگر ان کو نصیحتیں ضرور فرماتے تھے۔ یہی سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی روایت رہی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمۃ عام حیاتِ ظاہری میں دنیا متین کے انتھک کام کرنے کے بعد ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ ہجری بمطابق ۱۷۳۰ عیسوی کو اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ کا مزارِ اقدس اورنگ آباد دکن میں مرجع خلائق ہے۔

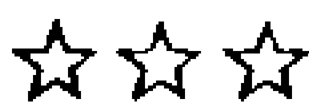


حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مرشد کامل کے چند ارشادات عالیہ

ہمارا مرید خدا نُما ہے

مناقب میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ کوئی صاحب حضرت خواجہ فخر الدین دھلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سیّد حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص سے ۵۰۰ روپے نذر لے کر اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیتے تھے یہ درست ہے یا نہیں؟

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے ہم اسے غلط تو نہیں کہہ سکتے مگر حق تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا مرید عطا فرمایا ہے کہ جو خدا نما ہے اور بغیر کوئی نذر لیے ہی خدا کو دکھا دیتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت قبلۂ عالم کی طرف مسکرا کر اشارہ فرمایا۔

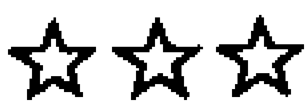


میرے بعد میرا قائم مقام یہی تو ہے

جناب مولوی دیدار بخش، پاک پتنی، خاندان چشتیہ صابریہ کے ایک بہت ہی مشہور و معروف بزرگ جناب میاں صابر حسین صاحب کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کے وصال پاک کے ایام نزدیک آ گئے تو میں نے اور دیگر مشائخ نے جمع ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور سلام عرض کیا۔ میں نے اور میرے چچا خوجہ خواج بخش صاحب نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء میں سے کسی خلیفہ کو آپ کے سجادۂ ارشاد پر بٹھایا جائے گا۔

حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ میں نے جس کو اپنی جگہ اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنانا تھا پہلے ہی بنا چکا ہوں اور اس کام سے تو میں آپ کا فراغت پا چکا ہوں اور تم لوگ اسے جانتے ہو وہ میاں نور محمد مہاروی ہے۔

یہی وہ اعتماد اور یقین ہے کہ جو کسی مرشد کامل کو اپنے تربیت یافتہ شاگرد و مرید پر ہوتا ہے کہ میں نے جس کی تربیت کی ہے وہ اب اس قابل ہو گیا ہے کہ تمام تر دینی اور دنیاوی و روحانی معاملات کو بطریق احسن سنبھال سکتا ہے۔ بلاشبہ یہ کام کوئی ایک دو روز یا ایک دو ماہ میں تو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اس کے لیے برسہا برس کی رفاقت درکار ہوا کرتی ہے۔ پھر مرشد کو اپنے مرید پر اعتماد ہوتا ہے۔



مکھن پنجابی لے گیا چھاچھ ہو سنسار

یوں تو حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کے بے شمار مریدین اور خلفائے عظام تھے مگر آپ کو جو والہانہ محبت اور لگاؤ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ سے تھی وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ تھی۔ مرشد کامل نے جب آپ کو اجازت و خلافت کے انعامات سے نواز دیا تو پھر آپ مریدین کے معاملات سے کنارہ کش ہو گئے۔ اب ہونے یہ لگا کہ جو بھی طالب حق آتا اور بیعت کی درخواست کرتا تو اپنا کوئی مسئلہ بیان کرتا تو مرشد گرامی قدر اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیتے اور فرماتے کہ اب ہمارا یہی سب کچھ ہے۔

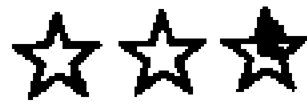
اکثر اوقات آپ یہ ہندی دوہڑہ بڑے ترنم سے ارشاد فرمایا کرتے۔

تن مٹکے من چھیر تا سُرت جلوؤں ھار
مکھن پنجابی لے گیا' چھاچھ پیو سنسار

یعنی دودھ کو جب بلو کہ مکھن نکال لیا جاتا ہے تو سارے کا سارا فائدہ تو مکھن ہی میں آ جاتا ہے اور جب دودھ میں سے مکھن نکل جاتا ہے تو اب رہ جاتی ہے چھاچھ جس کی اتنی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ دراصل حضرتِ خواجہ کے پاس بڑے سے بڑا عالم فاضل اور صاحب زبان حاضر ہوتا تھا جبکہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ تو ایک پنجابی جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے مریدین و خلفاء کو یہ اُمید تھی کہ تمام فیض انہی میں سے کسی کو حاصل ہوگا مگر مل گیا حضرت قبلۂ عالم کو۔ اسی لیے حضرتِ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اب دودھ میں سے تو مکھن نکال کر ایک پنجابی لے گیا ہے۔ اب تم لوگوں

کے حصے میں محض چھاچھ ہی رہ گئی ہے پینی ہے تو پی لو۔

یہ دراصل ان لوگوں کے لیے ارشاد فرمایا جاتا تھا جو لوگ پنجابیوں کو زیادہ تہذیب یافتہ اور پڑھا لکھا نہیں خیال کرتے تھے۔ یقینی بات ہے کہ جب شیخ طریقت نے نام لے کر اپنے مرید کی عزت بڑھائی تو پھر بھلا کون بدبخت ہوگا جو اس مرید کی عزت و توقیر نہیں کرے گا۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس دور میں بھی حضرت خواجہ کے پاس بہت سے ایسے بزرگ موجود ہوتے ہوں گے جن کو اجازت و خلافت حاصل ہو چکی تھی مگر آپ اپنی موجودگی میں یہ اعزاز صرف قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ ہی کو عطا فرماتے تھے کہ میاں نور محمد کی بیعت کر لو وہی تمہارے لیے اب سب کچھ ہے۔



ہمارا پنجابی ایک جہاں کو جنت میں لے جائے گا

حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ نے جب سے حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کو بیعت سے سرفراز فرمایا تھا تو روز بروز آپ پر انوار و تجلیات کی بارش ہونے لگی۔ آپ نے اپنے اس مرید پر اپنا ہر ایک راز منکشف کر دیا جس کو آپ ایک عرصہ سے سنبھالے ہوئے تھے۔ آپ کی نظر کیمیا اثر نے ایک طالب علم کو پہلے تو طالب حق بنایا پھر حق شناسی بنا دیا۔

جیسا کہ فارسی کی ایک رباعی ہے کہ

آہن کہ بپارسؔ آشنا شد   فی الحال صورتِ طلا شد
خورشید نظر چو کردؔ برسنگ   آں سنگ لعل بے بہا شد

ترجمہ: ”کچھ یوں ہے کہ لوہا جب پارس سے آشنا ہوا تو وہ سونا
بن گیا اگرچہ وہ لوہا ہی تھا اور جب پتھر پر سورج کی نظر
خاص پڑی تو وہ لعل یعنی ایک قیمتی پتھر بن گیا۔“

مرشد کریم کے پاس مریدین کی تو کمی نہ تھی۔ ایسے ایسے مرید بھی ہوں گے جو عرصہ دراز سے آپ کی خدمت میں رہ رہے ہوں گے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ تمام کا تمام فیض تو ایک نووارد لے جا رہا ہے تو انہیں اپنی کم مائیگی کا احساس بڑی شدت سے ہونے لگا ہوگا۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے چند مریدین نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور والا شان آپ کی عنایات کریمانہ جس شخص پر روز بروز بڑھ رہی ہیں یہ تو کھرل قوم کا ایک فرد ہے جو کہ جاٹوں کی قوم ہے اور یہی نہیں بلکہ اس کے ایک ہم قوم نے جس کا نام مرزا تھا جھنگ سیال کے ایک بڑے معزز زمیندار کی خوبرو اور صاحب جمال لڑکی صاحباں کو ورغلا کر بھگایا تھا۔ اس لڑکی کے لواحقین نے اس کو تعاقب کر کے پکڑا تھا اور پھر قتل کر دیا تھا۔

حضور والی! یہ نور محمد بھی تو اسی قوم کا ایک فرد ہے۔ ہمارے خیال میں تو اس کا آپ کی خدمت میں زیادہ دیر رہنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔ مرشد کریم نے جو کہ بلاشبہ صاحب نظر و صاحب کشف بھی تھے ارشاد فرمایا کہ مرزا نے تو صرف ایک صاحباں کو ہی اپنے عشق میں مبتلا کیا تھا۔ انشاء اللہ العزیز ہمارا یہ پنجابی تو ایک جہان تو اپنے عشق میں مبتلا کرے گا اور یہی نہیں

بلکہ اپنے ساتھ جنت میں بھی لے جائے گا۔

ایک مرتبہ جب چند لوگوں نے حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کے متعلق کچھ نامناسب باتیں کیں تو آپ نے تاسف سے ارشاد فرمایا کہ "لوگو سنو! اگر یہ پنجابی میں ہمارے پاس نہ آتا تو ہم اس دنیا سے اپنے ارمان اپنے دل ہی لے کر مر جاتے۔"

یعنی ہر چیز کا اہل ہر شخص تو نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی نے کسی کو کچھ تحفہ وغیرہ دینا ہوتا ہے تو وہ یہ ضرور دیکھتا ہے کہ یہ بندہ اس کے تحفہ کو سنبھال بھی سکتا ہے کہ نہیں اور کیا یہ بندہ اس کے تحفہ کے قابل بھی ہے کہ نہیں جب پوری طرح اطمینان ہو جاتا ہے تو پھر اس کو تحفہ دیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ نے بعض نادر و نایاب اعمال و عملیات حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کو عطا فرمائے تو یہی ارشاد فرمایا تھا کہ دیکھو بیٹے ان کو کسی اہل شخص کے حوالہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو ضائع کر بیٹھو۔ ہر کس و ناکس ان کا متحمل تو نہیں ہو سکتا۔

ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ باگ کسی سے سن سنا کر عملیات وغیرہ کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں اور پھر دن بہ دن پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اکثر اوقات لوگ کتابوں میں چھپے ہوئے عملیات کرتے دیکھے گئے ہیں جن کی پریشانی کم نہیں ہوتی بلکہ روز افزوں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو کسی کا دامن پکڑنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمۃ کے پاس یقیناً خزانے تھے اور یہ

خزانے آپ نے کسی اہل ہی کے حوالے کرنا تھے۔ آپ کے پاس لاتعداد عقیدت مند حاضر ہوتے تھے مگر آپ کو جس گوہر کی تلاش تھی وہ تو مہار سے آ رہا تھا وہ بھلا کسی دوسرے کو کس طرح مل سکتا تھا۔ ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ سالک اپنی خدمت گزاری سے شیخ کو راضی کر لیتا ہے اور اس میں بعض اوقات چند ملاقاتوں میں کام ہو جاتا ہے اور بعض اوقات پورے پوری زندگی لگ جاتی ہے۔ پھر کہیں جا کر گوہرِ مقصود حاصل ہوتا ہے۔



کراماتِ قبلۂ عالم

گرو چیلا بن گیا

مناقب المحبوبین میں میاں نصیر بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ دہلی سے براستہ اجمیر شریف واپس مہار شریف آ رہے تھے۔ آپ نے اجمیر شریف میں کچھ عرصہ قیام آنے کا فیصلہ کیا تا کہ خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک میں بھی شرکت ہو جائے۔

اجمیر شریف میں ایک ہندو جوگی نے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت عقیدت مندی کا اظہار کیا اور چالیس روپے نقد کے علاوہ کپڑے کے چند تھان بھی نذر کیے۔ اس کے تین سو چودہ چیلے یعنی مرید تھے۔ جب عرس کی پہلی رات کو سماع کی محفل شروع ہوئی تو وہ بھی مجلس میں آ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ ابھی قوالوں نے قوالی شروع ہی کی تھی کہ اس نے ایسا تصرف کیا کہ یکا یک مزامیر میں سے آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

جب مزامیر سے آوازیں آنا بند ہوئیں تو قوالوں کی زبانوں پر بھی

تالے پڑ گئے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ محفل میں موجود تمام مشائخ وصوفیاء اس صورت حال سے خاصے تردد و پریشان ہو گئے۔ ایسے میں سجادہ نشین درگاہِ عالیہ نے ایک شخص کو بتایا کہ خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کہاں ہیں اس محفل میں تو نظر نہیں آتے۔

آپ اس وقت اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔ آپ نے سجادہ نشین درگاہ عالیہ کا پیغام سنا اور اس پیغام لانے والے سے پوچھا کہ کوئی خاص بات ہے۔ اس نے تمام بات بتلا دی۔ آپ وہاں سے اُٹھے اور محفل سماع میں تشریف لے آئے۔ آپ اس ہندو جوگی کے قریب ہی آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ مزامیر سے آوازیں آنا شروع ہو گئیں اور قوالی شروع ہو گئی۔

یہ دیکھ کر اس ہندو جوگی کے چیلے بھی جو کہ اِدھر اُدھر موجود تھے ازحد پریشان اور حیران ہوئے کیونکہ ان کو اپنے گرو پر بہت زیادہ ناز تھا۔ دوسری طرف گرو کا حال بھی بہت پتلا ہو رہا تھا۔ وہ آہستگی سے اُٹھا اور حضرت خواجہ کے پیروں پر سر رکھ کر رونے لگا۔ آپ نے اسے اُٹھایا اور گلے سے لگایا۔ اس نے اور اس کے تمام چیلوں نے آپ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا اور اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لیا۔

دوست کی ملاقات بیمار کے لیے شفاء ہے

جناب نصیر بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ جب آپ ملک تماں (جس سے مراد

بہاولپور، احمد پور، اوچ اور کوٹ مٹھن کا علاقہ ہے) کا سفر کرتے تو پہلے اوچ جاتے پھر سید پور پھر نارو والہ اور پھر کوٹ مٹھن جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب اس طرف تشریف لے گئے اور سید پور پہنچے تو قاضی عاقل محمد کی علامت کی خبر سنی۔

یہ سن کر آپ نارو والہ نہ گئے اور سیدھے کوٹ مٹھن جانے کا ارادہ فرما لیا۔ حضرت مولوی نور محمد صاحب نارو والہ آپ کے استقبال کے لیے نارو والہ سے سید پور پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور حسب دستور اس فقیر کے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں اور پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جائیں۔

آپ نے یہ فرمایا کہ نہیں ہمارا تو اسی وقت کوٹ مٹھن جانا بہت ضروری ہے۔ جب کوٹ مٹھن پہنچے تو قاضی صاحب یہ خبر سن کر باوجود علامت کے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے آپ کے استقبال کے لیے اور قدم بوسی کے لئے آگے آ گئے۔ حضرت نارو والہ نے پوچھا کہ قاضی صاحب اب آپ کے مزاج کیسے ہیں۔ انہوں نے ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

لقا الخیل شفاء العَلیل○

ترجمہ: دوست کی ملاقات بیمار کے لیے شفاء ہے۔

قاضی صاحب پر اس کلام کے سنتے ہی گویا وجد سا طاری ہو گیا اور اسی حالت میں آپ کی بیماری جاتی رہی اور آپ بھلے چنگے ہو گئے۔

موجود مہار شریف میں نظر خانہ کعبہ میں آتے ہیں

میاں نور بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مولوی ضیاء الدین صاحب سکندر مہار شریف خواجہ نور الصمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے' انہیں حضرت قبلہ عالم کی ولایت پر زیادہ اعتماد نہ تھا۔ وہ آپ کو محض اپنا پیر بھائی خیال کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے سفر حج کا ارادہ کیا۔ حضرتِ خواجہ نے فرمایا ''مولوی صاحب! آپ کا یہاں رہنا زیادہ بہتر ہے کہ چند مزید لوگ بھی آپ سے علم حاصل کر لیں گے۔''

آپ کی یہ بات انہوں نے تسلیم نہیں کی اور تیاریاں شروع کر دی۔ بوقت روانگی حضرتِ خواجہ نے ان سے فرمایا ''خیر مولوی صاحب! آپ حج پر جا ہی رہے ہیں تو یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کہیں مشکل پڑے تو فقیر کو یاد کر لینا۔ انشاء اللہ بندہ کو حاضر پائیں گے۔'' یہ سن کر مولوی صاحب روانہ ہو گئے۔

اس دور میں بحری سفر کے ذریعہ حجازِ مقدس جایا جاتا تھا۔ دورانِ سفر سمندر میں ایک روز بڑا ہی شدید طوفان آ گیا اور جہاز کی غرقابی یقینی دکھائی دینے لگی۔ تمام مسافر آہ و فغان کرنے لگے۔ مولوی صاحب کو اچانک ہی حضرت خواجہ کے الفاظ یاد آ گئے۔ انہوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا ''یا حضرت خواجہ نور محمد جی مدد فرمایئے۔'' یہ کہتے کہتے ان پر غنودگی کا غلبہ ہو گیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرتِ خواجہ اسی جہاز میں موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''مولوی صاحب! غم نہ کریں' میں آپ کے ساتھ ہوں'

ان تمام مخلوق کو تمہارے طفیل غرق ہونے سے بچا لیا جائے گا۔"

مولوی صاحب جب بیداری کی حالت میں واپس آئے تو جہاز کے پریشان حال مسافروں سے کہنے لگے کہ دوستو بالکل فکر نہ کرو انشاء اللہ ہم غرق نہیں ہوں گے۔ دیکھتے ہی دیکھتے طوفان کا زور کم ہونا شروع ہو گیا اور جہاز بخیر و عافیت ساحل تک پہنچ گیا۔

جب مولوی صاحب میدانِ عرفات میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرتِ خواجہ بھی اسی صف میں موجود ہیں اور خطبۂ حج سن رہے ہیں۔ جب خطبہ ختم ہوا تو مولوی صاحب نے چاروں طرف نظر دوڑائی مگر آپ نظر نہ آئے۔ مولوی صاحب نے اپنے اردگرد کھڑے ہوئے لوگوں سے جب پوچھا تو اکثر نے کہا کہ وہ ان کو نہیں جانتے مگر چند ایک نے بتلایا کہ ہم نے ان صاحب کو اکثر و بیشتر بیت اللہ شریف میں دیکھا ہے اور ہر حج کے موقع پر بھی دیکھا ہے۔

اب مولوی صاحب حضرتِ خواجہ کی ولایت کے دلی طور پر قائل ہو گئے۔ جب واپس آئے تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے گذشتہ خیالات کی معافی چاہی اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ نے ان کو بیعت سے سرفراز کیا اور خلافت سے بھی ازاں بعد نوازا۔

چہرۂ مبارک کی نورانی شعائیں

مناقب المحبوبین میں درج ہے کہ جمیلہ بیگم خود روایت کرتی ہیں کہ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب بھی آپ

اپنے خلیفہ کو خاص حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کو اپنے وطن جانے کی اجازت مرحمت فرماتے تو دہلی میں موجود اپنے مریدین اور امراء کو فرماتے کہ میاں صاحب وطن جا رہے ہیں۔ پس ہر شخص دعوت کرتا اور نذر پیش کرتا۔ جب آپ کی دعوت کی باری ہمارے گھر آئی اور حضرتِ خواجہ ہمارے گھر آئے تو میں نے چلمن کے عقب سے آپ کو دیکھا۔

میں نے جب آپ کے چہرے کی طرف دیکھا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ نہ معلوم حضرت خواجہ فخر الدین اس سیاہ رو پر کیسے عاشق ہو گئے ہیں اور کیوں انہیں تمام نعمت بخش دی ہے۔ اس وسوسہ کا میرے دل میں آنا ہی تھا کہ حضرتِ خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ فخر الدین قبلہ کا کرم اور ان کی محبت میری اس ظاہری صورت پر تو نہیں ہے وہ تو دوسری صورت ہے۔ اتنے میں کیا کہ دیکھتی ہوں کہ یکا یک حضرتِ خواجہ کی صورت اقدس سے نکلنے والی نورانی شعاؤں نے ہمارے پورے گھر کو ہی روشن کر دیا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اسی وقت وسوسہ سے توبہ کی۔

وصال کے بعد وعدہ پورا فرمایا

میاں نور محمد مہاروی صاحب روایت کرتا ہیں کہ کوٹ مٹھن کے قریب ایک قاضی صاحب نے حضرتِ خواجہ سے عرض کیا کہ حضرت آپ سے ایک وعدہ چاہتا ہوں کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا جنازہ آپ ہی پڑھائیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا انشاء اللہ میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا۔

قاضی صاحب ابھی زندہ ہی تھے کہ حضرتِ خواجہ کا وصال ہو گیا۔

قاضی صاحب کو فکر لاحق ہو گئی کہ اب میرا جنازہ کون پڑھائے گا۔ اسی بات کو مخالفین نے بھی پکڑ لیا کہ حضرتِ خواجہ نے تو وعدہ کیا تھا جبکہ وہ تو خود ہی فوت ہو گئے وہ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ خیر کچھ عرصہ کے بعد قاضی صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کا جنازہ تیار کر کے جب میدان کی طرف لے گئے تو دیکھا کہ ایک گھڑ سوار چلا آ رہا ہے اور ساتھ میں چار پانچ آدمی پیدل دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں۔ جب قریب آئے تو سب نے پہچان لیا کہ یہ تو حضرتِ خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ ہیں۔ سب نے قدم بوسی کی۔ اسی وقت سب کے دلوں سے یہ بات محو ہو گئی تھی کہ آپ کا تو وصال ہو چکا ہے۔ حضرتِ خواجہ نے قاضی صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اسی وقت لوگوں کو احساس بھی ہوا کہ حضرتِ خواجہ تو وصال فرما چکے ہیں اور آپ کی آمد محض ایفائے عہد کی خاطر تھی۔



وصالِ پاک حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی علالت

مناقب المحبوبین میں رقم ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو جب مرض رحلت لاحق ہوا اور ایام وصال قریب آ گئے تو آپ کے تمام خلفاء سوائے حضرت ناروواله رحمۃ اللہ علیہ کے جو پہلے ہی فوت ہو چکے تھے حاضر ہو گئے۔ مگر حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ان دنوں اپنے وطن گئے ہوئے تھے لہٰذا حاضر نہ ہوئے۔

ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ نور الصمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ کسی کو ہمارے روہیلے کی خبر ہے کہ کہاں ہے؟ اسے کسی طرح یہاں طلب کرو۔ حضرت نور الصمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے ورنہ کسی آدمی کو بھیج دیتے اور بلوا لیتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا خیر کوئی بات نہیں وہ خود ہی آ جائے گا۔ دوسرے روز پھر فرمایا کہ کوئی ہے جو ہمارے روہیلے کو یہاں لائے۔ حافظ جمال الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اگر غلام کو حکم ہو تو روانہ ہو جاؤں اور انہیں یہاں لے آؤں۔ فرمایا خیر ماشاء

اللہ وہ خود ہی آجائے گا۔

حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اپنے گاؤں گڑگوجی میں موجود تھے اور اپنے گھر میں معروف عبادت تھے۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے از خود ایک روز فرمایا کہ اے روہیلے تمہاری والدہ تمہاری جدائی میں بہت غم زدہ ہیں۔ دن رات ان کے سینہ میں سے آہیں نکلتی ہیں۔ اب تم اپنے گھر جاؤ مگر دیکھنا وہاں جا کر ہمیں بھول نہ جانا اپنی والدہ سے ملاقات کر کے اور چند روز ان کی خدمت میں رہ کر پھر میرے پاس آجانا۔

آپ مرشد کامل کی اجازت سے کوہِ درگ میں اپنے وطن آئے والدہ صاحبہ کی قدم بوسی کی اور پھر عبادات میں مشغول ہو گئے۔ چند روز کے بعد جب والدہ صاحبہ سے رخصت کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت نہ دی۔ رفتہ رفتہ آپ کی بے قراری بڑھتی جا رہی تھی۔ آپ کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے آپ کی سختی سے نگرانی شروع کر دی گئی۔ رات آپ کو ایک پرانے برج یعنی مینار میں سلاتے جس کے گرد خندق تھی اور اس میں کانٹوں کی باڑھ بھی موجود تھی۔

ایک رات یکا یک آپ کو پیرو مرشد کی یاد شدت سے آئی اور آپ نے برج پر سے چھلانگ لگا دی۔ نیچے کانٹوں کی باڑھ تھی۔ آپ کا لباس جگہ جگہ سے پھٹ گیا اور جسم پر بھی جابجا زخم آگئے اور آپ نے مہار شریف کی طرف پیدل ہی چلنا شروع کر دیا۔ بڑے مصائب جھیلتے ہوئے آپ چند روز کے بعد جب مہار شریف پہنچے تو دیکھا کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے

حجرۂ پاک میں ایک تکیہ سے ٹیک لگائے چارپائی پر نیم دراز تھے۔ آپ سیدھے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی طرف بڑھے اور قدم بوسی کر کے قدموں ہی میں بیٹھ گئے۔ مرشد کریم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ اپنے وطن سے مہار شریف آتے تو مرشد کریم سب سے پہلے یہ پوچھتے کہ رات کہاں تھے پھر پوچھتے کہ والدہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔

اس وقت یہی کچھ پوچھا جب پوچھا کہ رات کہاں تھے تو عرض کیا کہ شہرِ فرید میں تھا پھر پوچھا کہ والدہ ٹھیک تھیں تو عرض کیا کہ ٹھیک تھیں دُعا کرتی تھیں۔ اس کے بعد مرشد کریم خاموش ہو گئے اور اپنی نظر مبارک آپ کے چہرے پر مرکوز کر کے توجہ فرماتے رہے۔

اس وقت صاحبزادہ نور احمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر تھے آپ فرماتے تھے کہ میں حاضر تھا اور اس وقت حالت یہ تھی کہ سب حضرت قبلہ عالم آپ کے چہرہ کی طرف متوجہ ہوتے آپ کا چہرہ کبھی خزاں رسیدہ پتے کی طرح زرد ہو جاتا اور کبھی اس لوہے کی طرح سرخ ہو جاتا جسے آگ میں تپایا جاتا ہے۔ یعنی جناب حق تعالیٰ کی جمال اور جلالی تجلیات آپ کے چہرہ پر وارد ہو رہی تھیں۔

جب تجلی جلالی ہوتی تھی تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جب تجلی جمالی ہوتی تھی تو سرخ ہو جاتا تھا اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ بے خود و محو بیٹھے ہوئے تھے۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اتنے میں میاں غلام رسول لانگری نے آ کر حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میاں صاحب آئیں اور کھانا کھالیں۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو۔ اس نے

کھانا کھا لیا ہے یعنی باطنی غذا کی بات فرمادی۔

جب دوسری مرتبہ لانگری آیا اور کہا کہ میاں صاحب آؤ اور بتاؤ کہ کون سا حجرہ تمہارے لیے خالی کروایا جائے تو حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اسے کیا کہتے ہو ابھی کچھ ہی دیر بعد سبھی حجرے خالی ہو جائیں گے۔

مولانا محمد عابد سوکڑی روایت کرتے ہیں کہ میں نے خود حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ''جب میں حضرت قبلہ عالم کے مرض رحلت میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور قدمبوسی کر کے چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھ گیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک آجاؤ' میں ذرا قریب ہو گیا پھر فرمایا اور نزدیک ہو جاؤ' میں اتنا قریب ہو گیا کہ میرے اور آپ کے درمیان بہت ہی تھوڑا فاصلہ رہ گیا۔ پھر قبلۂ عالم نے فرمایا کہ تمام دوست باہر چلے جائیں کہ اس روہیلے سے کچھ بات کرنی ہے سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ پھر مجھ پر توجہ فرمائی اور جو عنایت فرمانا تھا عنایت فرمایا۔ یہاں تک کہ مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

کچھ دیر کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو فرمایا کہ جاؤ اور مسجد خدا بخش مہار میں جا کر قیام کرو۔ اب میرے پاس اس وقت تک نہ آنا جب تک کہ میں اس دنیا سے رخصت نہ ہو جاؤں۔ جب میں مسجد مذکور میں گیا اور پھر حسب الارشاد حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک زیارت کے لئے نہ گیا۔ جب ان کا وصال ہو گیا اور جنازہ تیار کر کے بستی تاج سرور کی طرف چلے تو میں بھی ہمراہ ہو گیا۔ تدفین کے بعد تمام خلقت مہار شریف واپس چلی گئی مگر اس رات میں مزار پرانوار پر شب بھر حاضر رہا۔ دوسرے روز فاتحہ کے بعد مہار شریف

میں واپس آیا۔

مناقب المحبوبین میں درج ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ بمطابق ۳ اگست ۱۷۹۱ء کو ہوا۔ وصالِ مبارک کے وقت آپ کی عمر سعید تریسٹھ برس تھی۔ آپ کا مزار اقدس بستی تاج سرور، چشتیاں شریف میں ہے جو کہ مہار شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ہے۔

مزارِ اقدس کے بارہ میں پیشین گوئی

تذکرہ خواجگانِ تونسوی میں درج ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مہار شریف میں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا تو ہر جمعۃ المبارک کے روز مہار شریف سے پاک پتن شریف حاضر ہوتے تھے اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و آستان بوسی کرتے تھے یہ آپ نے اپنا مستقل معمول یعنی وظیفہ بنا لیا تھا۔

حضرت خواجہ نے پندرہ برس تک اپنا یہی معمول قائم رکھا اور اس دوران ایک بھی ناغہ نہیں ہوا۔ یاد رہے کہ مہار شریف سے پاکپتن شریف کا فاصلہ تقریباً ۴۰ کوس ہے۔ آخر ایک روز حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہوا کہ ''اب آپ اتنی تکلیف نہ کیا کریں۔ اب ہر جمعہ کو چشتیاں شریف میں میرے پوتے خواجہ تاج سرور رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر لیا کریں۔''

اس روز کے بعد حضرت خواجہ ہر جمعۃ المبارک کے روز مہار شریف سے چشتیاں شریف حضرت قبلہ تاج سرور رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر جانے لگے۔ مزارِ شریف سے کچھ ہی فاصلہ پر آپ جوتے اتار دیا کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس قبرستان میں بہت سے صلحا استراحت فرما رہے ہیں۔

حضرت میاں محمد بخش چشتی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت شیخ تاج الدین سرور شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدان مجاز میں سے تھے' بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت تاج الدین سرور کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے اور وہاں اہل قبور پر فاتحہ پڑھ' رہے تھے کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ یہ قبرستان تو بھر گیا اور آپ کے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور والد صاحب ؒ کے مزارات بھی یہیں ہیں مگر اب آپ کے مزار کے لئے جگہ نظر نہیں آتی۔ یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''میاں محمد بخش! ان شاء اللہ میری قبر یہاں نہیں ہوگی۔''

حضرت خواجہ امام بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ گلشنِ ابرار نامی کتاب میں رقم فرماتے ہیں کہ ''حضرت والد صاحب اور دیگر احباب نے حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمرکاب تاج سرور رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے چند بار حاضر ہوا۔ حضرت کا دستور یعنی معمول تھا کہ جب زیارت سے فارغ ہو جاتے تو جب اپنے ڈیرے کی جانب آنے لگتے تو اس مقام پر آ کر کچھ دیر کے لئے قیام فرماتے جہاں آج کل آپ کا

مزار اقدس ہے۔

ان دنوں وہاں ایک وسیع و عریض اور صاف ستھرا میدان تھا۔ اس میدان میں ایک نہایت ہی خوشنما اور سرسبز درخت موجود تھا۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس درخت کے نیچے چند گھنٹے آرام فرمایا کرتے اور اکثر یہ بھی ارشاد فرماتے کہ یہ کیسا اچھا مقام ہے۔ مجھے تو یہاں سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے جنازہ کو اسی مقام پر لا کر دفن کیا گیا اور آپ کا روضہ بھی اسی جگہ تعمیر کیا گیا۔

اولادِ پاک

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی بیٹی کا نام زینت بی بی تھا جن کی شادی میاں جمال محمد بن میاں غلام محمد کے ساتھ ہوئی۔ میاں غلام محمد حضرت خواجہ قبلہ کے خلفاء میں سے تھے۔ اس بیٹی کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری بیٹی کا نام صاحب بی بی تھا اور ان کا نکاح سید شیر شاہ کے ساتھ ہوا مگر ان کی بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ صاحبزادگان کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

حضرت خواجہ نور الصمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کریم حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق شادی کی تھی۔ اس موقع پر مرشد کریم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے نور محمد! اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹے عطا فرمائے گا۔

ان میں سے پہلا بیٹا ہمارا ہوگا چنانچہ جب حضرت خواجہ نور الصمد عِشِیْہ زرا بڑے ہوئے تو حضرت قبلۂ عالم انہیں اپنے ساتھ دھلی لے گئے اور حضرت صاحب سے بیعت کروایا۔

حضرت خواجہ نور الصمد شہید عِشِیْہ شجاعت و سخاوت میں اپنی نظیر آپ تھے آپ فقراء علماء کو بہت عزیز جانتے تھے اور مسکینوں و غم زدوں سے غم خواری کرتے تھے۔ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے مگر صرف دو ماہ اور ستائیس روز کے بعد قوم مہاراں کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا۔

آپ کا یوم شہادت یکم ربیع الاول ۱۲۰۶ھ بمطابق ۲۹ اکتوبر ۱۷۹۱ء ہے۔ آپ کا مزارِ اقدس' حضرت قبلہ عالم کے روضہ اقدس کے اندر مزار شریف کی مشرق کی سمت ہے۔ آپ کے تین فرزندان ہیں۔ جن میں سے بڑے حضرت خواجہ نور حسین عِشِیْہ تھے۔

حضرت خواجہ نور احمد عِشِیْہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی عِشِیْہ کے آپ دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ نے اپنے والد گرامی قدر کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔ اپنے برادرِ عزیز کی شہادت کے بعد آپ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے حضرت خواجہ آپ کو فقیر کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ آپ عالم' فاضل' متقی و پرہیز گار بزرگ تھے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے والد گرامی کے ہو بہو ہم شکل

تھے۔ظاہری شباہت کے ساتھ ساتھ باطنی مطابقت بھی حاصل تھی۔آپ نے حضرت خواجہ کے تمام خلفاء سے ہی فائدہ حاصل کیا۔خصوصاً حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا اور ان سے اجازت و خلافت بھی حاصل کی۔

تقریباً پچاس برس آپ زیب سجادہ رہے۔آپ کا وصال ۱۸، رمضان المبارک ۱۲۵۴ھ بمطابق ۶ دسمبر ۱۸۳۸ء کو ہوا۔روضۃ المبارک میں حضرت قبلۂ عالم کے مزار کے متصل غربی جانب آپ کا مزارِ اقدس ہے۔آپ کے چھ صاجزادے تھے جن میں سب سے بڑے حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ باقی یہ تھے حضرت خواجہ نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ قادر بخش' حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ نور حسن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ تیسرے فرزند تھے۔آپ نے حضرت خواجہ کے خلیفہ حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔آپ سخاوت و مروت میں اپنی مثال آپ تھے۔ایک مرتبہ آپ حضرت شہید صاحب اور حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں آپ علیل ہو گئے۔ظہر کے وقت آپ سے منگھیر شریف پہنچے وہاں آپ لوگوں نے کچھ دیر قیام کیا اور وہاں ظہر کی نماز ادا کی۔

وہاں پر مسجد کی دیوار کے ساتھ آپ کو لٹا دیا گیا۔آپ کو فوراً ہی نیند آ گئی اور جب آپ بیدار ہوئے تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ منگھیر اس کی آب و ہوا تمہارے موافق ہے اور

ممکن ہے کہ یہی علاقہ تمہارا مسکن بنے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ نور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے منگھیر شریف کو اپنا مسکن بنا لیا۔ جہاں پر آج تک آپ کی اولادِ پاک قیام پذیر ہے۔ آپ کا وصالِ پاک ۲۵ شوال ۱۲۵۵ھ بمطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۳۹ء کو ہوا۔ آپ کا مزارِ اقدس بھی روضۂ مبارک میں خواجہ نور الصمد شہید کے مزار کے متصل مشرق کی طرف ہے آپ کے پانچ صاحبزادے تھے اور سب سے بڑے خواجہ نظام حسین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔



خلفائے عظام

سلاسلِ تصوف میں خلفائے عظام کی بڑی زیادہ اہمیت ہوا کرتی تھی جو کہ اب ناگزیر وجوہات کی وجہ سے معدوم ہو چکی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اسلام اگر بہت تیزی سے پھیلا تو اس میں ہمارے بزرگوں کی کاوشوں کے ساتھ ساتھ ان کے عظیم المرتبہ خلفائے عظام کا بھی بہت بڑا عمل دخل تھا۔ اگرچہ اب زیادہ تر دارومدار سجادگان پر ہی ہوتا ہے مگر ہمارے بزرگوں نے اپنا جانشین اپنی اولادوں ہی کو نہیں بلکہ اس کو مقرر کرنا ہوتا تھا جو کہ اس کا سب سے زیادہ اہل ہوتا تھا۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جانشین اور قائم مقام اپنے کسی صاحبزادے کو نہیں بلکہ خطۂ پنجاب سے تعلق رکھنے والے اپنے خلیفہ یعنی حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا تھا۔

ان تمام سلاسل کی ترقی اور وسعت کی وجہ بھی یہی تھی کہ شیخ اپنے خلفاء کو بعداز تربیت یہ ارشاد فرماتے کہ اب اپنے علاقہ میں چلے جائیں

اور وہاں پر دین کی تبلیغ و ترویج کریں۔ اسی طرح دین کی تبلیغ بھی ہوتی رہی تھی اور سلسلہ کی ترقی بھی ہوتی تھی۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب خلافت و اجازت سے سرفراز کر کے حضرت سید اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرمایا کہ اب اپنے علاقہ میں جا کر تبلیغ کا کام کریں تو حضرت کرما نوالہ سرکار نے اوکاڑہ اور گردونواح کے تمام علاقوں میں دین کا نام بھی بلند کیا اور اپنے سلسلہ کا بھی نام بلند فرمایا۔

اگرچہ موجودہ دور میں یہ باتیں بالکل ہی محال دکھائی دیتی ہیں اور غالباً یہ باتیں عملی طور پر ممکن بھی دکھائی نہیں دیتی حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو بطور اپنا قائم مقام مہار شریف میں بھیجا تو دوسری طرف حضرت قبلۂ عالم نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا خلیفہ بنا کر ان کے علاقہ میں بھیج دیا اور اسی طرح حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر ان کے اپنے علاقہ میں بھیج دیا۔

پہلے ہم اپنے قارئین محترم کی خدمت اقدس میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام کی حاصل شدہ فہرست پیش کریں گے جو ہمیں ''تذکرہ خواجگانِ تونسوی'' کے صفحہ نمبر ۷۸ پر دستیاب ہوئی ہے بعد میں ہم چند خلفائے عظام کا مختصر تعارف پیش کریں گے۔

گزارش ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یوں تو بے شمار خلفاء تھے جنہوں نے مہار شریف کے علاوہ دیگر علاقوں یعنی تونسہ شریف' چاچڑاں شریف اور حاجی پور شریف کے علاوہ دیگر بہت سے مقامات پر خانقاہیں قائم کیں اور بندگان خدا کو فیض روحانی سے مستفیض کیا۔ حاصل شدہ اسمائے خلفائے عظام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت خواجہ نور محمد نارووالہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت خواجہ محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ مٹھن)

۴۔ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت خواجہ نور الصمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت خواجہ نواب غازی الدین خان رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت خواجہ قاری عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت خواجہ قاری صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت خواجہ میاں محمد فاضل نیکوکارہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت خواجہ میاں غلام حسین بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت خواجہ میاں غلام محمد کیڑی والا رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت خواجہ حافظ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت خواجہ مولوی محمد مسعود جہانگی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت خواجہ نور الحق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (فرید پور شہر)

۱۵۔ حضرت خواجہ میاں غلام محمد

۱۶۔ حضرت خواجہ حافظ الیاس سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ حضرت خواجہ میاں محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ حضرت خواجہ حافظ پہل جوئیا رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت خواجہ میاں محمد بخش چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حضرت خواجہ میاں اسالت خان رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ حضرت خواجہ میاں لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ حضرت خواجہ مولوی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ حضرت خواجہ مولوی محمد حسین چنڑ رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ حضرت خواجہ میاں محمد اکبر لکھی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ حضرت خواجہ حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ حضرت خواجہ مولوی محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ حضرت خواجہ مولوی محمد نجیب رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ حضرت خواجہ مخدوم شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ حضرت خواجہ مخدوم عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ حضرت خواجہ مخدوم عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ حضرت خواجہ مخدوم محب جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ

۳۳۔ حضرت خواجہ مولوی سلطان محمد گوریجہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ حضرت خواجہ میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ (سورت)

۳۵۔ حضرت خواجہ مولوی تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

۳۶۔ حضرت خواجہ شیخ جمال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷۔ حضرت خواجہ حافظ عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۔ حضرت خواجہ میرن شاہ سید صالح محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۳۹۔ حضرت خواجہ مباں دین محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۴۰۔ حضرت خواجہ میاں احمد گوندل رحمۃ اللہ علیہ

۴۱۔ حضرت خواجہ شیخ نظام بخش رحمۃ اللہ علیہ

۴۲۔ حضرت خواجہ شاہ عبدالعزیز ہندوستانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۳۔ حضرت خواجہ مولوی ضیاء الدین مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

۴۴۔ حضرت خواجہ خلیفہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

۴۵۔ حضرت خواجہ قاضی احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

۴۶۔ حضرت خواجہ مولوی عبدالرحمٰن سندھی رحمۃ اللہ علیہ

درج بالا خلفائے عظام کے علاوہ بھی بہت سے بزرگ ایسے تھے کہ جنہوں نے خلافتیں حاصل کیں مگر ہم ان کے ناموں سے آگاہ نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے صرف چار خلفائے عظام کا مختصر تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جنہوں نے حد درجہ شہرت حاصل کی۔

حضرت خواجہ نور محمد نارو والہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین خلیفہ تھے اور سب سے پہلے خلافت سے آپ ہی سرفراز ہوئے تھے۔ آپ اپنے مرشد کامل کے ہم نام تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے اور صاحب وجد وسماع تھے ان کے علاوہ آپ حضرت خواجہ کے محرمِ راز بھی تھے۔

آپ کے والد گرامی قدر کا اسم گرامی صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا جو کہ حاجی پور' سندھ کے رہنے والے تھے۔ ازاں بعد انہوں نے سندھ کو خیر باد کہہ کر ضلع ڈیرہ غازی خان میں چاہ نارووالہ پر آباد ہونا پسند کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب پہلی مرتبہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا "اس کی آنکھوں میں تو ہمیں عشق نظر آتا ہے۔"

حضرت خواجہ نور محمد نارو والہ رحمۃ اللہ علیہ جامع شریعت وطریقت تھے آپ کو شرعی احکامات کا حد درجہ پاس رہتا تھا' یہاں تک کہ کوئی بھی مستحب بھی فوت نہیں ہوتا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی محفل میں کسی میں بھی اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ دنیاوی امور پر کوئی بات کر سکتا۔ آپ پر ہر وقت خوفِ الٰہی جو کہ کمال عبودیت ہے طاری رہتا اکثر اوقات آپ مجاہدات' ریاضات اور ذکر وفکر میں مصروف رہتے تھے۔

ان سب باتوں کے باوجود آپ انتہائی منکسر المزاج شخصیت کے حامل تھے اگرچہ آپ بہت بلند پایۂ عالم دین اور عالم باعمل تھے مگر علمی غرور و تکبر مطلقاً نہ تھا۔ جب آپ مرض وصال میں مبتلا تھے تو حکیم محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے جسم مبارک میں ضعفِ تمام دیکھ کر بہ چشم پرنم کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو شفائے کاملہ عطا فرمائے کہ حضرت قبلۂ عالم کے بعد روئے زمین پر خلیفۂ برحق آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔

آپ نے جب یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ "حکیم صاحب! آپ کیا کہتے ہیں۔ خلیفہ تو وہ ہوتا ہے جو اپنا سرمایۂ ایمان سلامت لے جائے۔" یہ سن کر حکیم صاحب پر شدت سے گریہ طاری ہوگیا۔

آپ کا وصالِ پاک جمادی الاول ۱۲۰۴ھ کو ہوا یعنی حضرت خواجہ کی حیاتِ ظاہری ہی میں آپ نے وصالِ حق فرمایا۔ آپ کے وصال کی خبر جب مرشد کامل کو ملی تو آپ نے فرمایا کہ "اگر میاں صاحب چندے مہلت یافتند' عالم از ایشاں روشن مے شد" یعنی اگر میاں صاحب کچھ اور مہلت پاتے تو ایک جہان ان سے روشن ہوتا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے اکلوتے فرزند ارجمند حضرت خواجہ حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ترین خلیفہ تھے۔

آپ کی ولادتِ باسعادت کوہستان گرگوجی میں ۱۱۸۴ھ بمطابق ۱۷۷۰ء میں ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک محمد سلمان یا محمد سلیمان تھا اور آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک ذکریا بن عبدالوہاب بن عمر خان بن خان محمد تھا۔ آپ افغان تھے اور جعفر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جسے ردانی بھی کہا جاتا ہے آپ کی والدہ صاحب کا نام زلیخا تھا۔ آپ کی تاریخ ولادت اگرچہ کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے مگر چونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات ۸۴ برس کی عمر میں ہوئی تو اس لحاظ سے آپ کی ولادت ۱۲۸۴ یا ۱۲۸۶ ہی بنتی ہے۔ (واللہ عالم بالصواب)

ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داری آپ کی والدہ صاحب نے نبھائی۔ ابتدائی تعلیم تو آپ نے تونسہ شریف ہی میں حاصل کی جس کے بعد آپ کوٹ مٹھن میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل کے قائم کردہ مدرسہ میں حصول تعلیم کے لئے آگئے۔ ابھی آپ کی عمر سعید محض پندرہ سولہ برس ہی تھی کہ آپ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دل و جان سے عقیدت مند ہو گئے۔ ہوا یوں کہ جب آپ کوٹ مٹھن میں زیر تعلیم تھے تو آپ نے سنا کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اوچ تشریف لا رہے ہیں۔

اس زمانہ آپ کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بے حد شوق تھا' چنانچہ آپ حضرت خواجہ سے سماع پر بحث کرنے اور ان پر تنبیہ کرنے اوچ

روانہ ہوگئے۔ لیکن ہوا اس کے برعکس۔ کیونکہ جب آپ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو ہوئے تو آپ کی پوری دنیا ہی بدل گئی۔ تمام سوالات اندر ہی اندر دم توڑ گئے۔ آپ متواتر تین دن رات وہاں رہے مگر حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بات کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی بحث تو بہت دور کی بات ہے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ نظر و صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ آپ سے ان کی دلی کیفیات کس طرح پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ الوداعی سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت سید جلال سُرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر لے جا کر بیعت سے سرفراز فرمایا۔

بیعت کرنے کے بعد آپ چھ برس تک مرشد کریم کی خدمت میں رہے اور فیضِ روحانی سے مستفیض ہوئے۔ آپ نے تصوف کی کتابیں آداب المریدین، فقرات، لوائع، عشرہ کاملہ اور فصوص الحکم وغیرہم کی بھی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ محبت تھی اور ہمہ وقت ان کی خدمت عالیہ میں مستعد رہتے تھے۔ ابھی آپ کی عمرِ سعید محض ۲۲ برس ہی تھی کہ آپ کو مرشد کامل نے روحانی منازل طے کروا کر اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کا حکم عطا فرمایا۔

مرشد کریم نے آپ کو اجازت و خلافت عطا کرنے کے بعد حکم فرمایا

کہ اپنے علاقہ میں چلے جاؤ چنانچہ آپ تونسہ شریف میں آکر ایک جھونپڑی میں مصروف عبادت ہوگئے۔ سب سے پہلے آپ سے خواجہ شیخ جمال الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ مولانا محمد باراں رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اس علاقہ کا رئیس الف خان بھی آپ سے بیعت ہوگیا اور والی ریاست بہاولپور نواب بہاول خان آپ کا معتقد ہوگیا۔ اب آپ کے پاس رفتہ رفتہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

تونسہ شریف میں اب جھونپڑی کافی نہ تھی چنانچہ آپ نے ایک خانقاہ قائم کی اور مدرسہ بھی قائم کیا۔ یوں ایک غیر آباد اور غیر معروف علاقہ علمی و روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا۔ بلاشبہ یہاں سے بے شمار لوگوں نے روحانی اور علمی تشنگی کو دور کیا۔

خاص بات یہ ہے کہ اس مدرسہ میں دینی و دنیاوی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی اور ۵۰ سے زائد مستند اور جید علمائے کرام و اساتذہ کرام تعلیم دینے میں مصروف عمل تھے۔ جن کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر تھیں۔ آپ خود بھی درس دیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک وقت میں تقریباً دو ہزار طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے ان تمام لوگوں کو مدرسہ سے باقاعدہ کھانا تین وقت ملتا تھا۔ کھانے کے علاوہ طلباء کے لئے حجام' لوہار' موچی اور طبیب کا بھی مناسب انتظام موجود ہوتا تھا اور یہ سب باقاعدہ تنخواہ لیا کرتے تھے۔

مدرسہ اور خانقاہ کے باقی اخراجات تو ایک طرف صرف ادویات کا خرچ ایک مہینہ میں سات سو سے زائد آتا تھا۔ ہر چھ ماہ کے بعد ہر درویش یعنی

طالب علم کو کپڑوں کا جوڑا اور جوتے ملتے تھے۔ یہ تمام باتیں اب محض خواب و خیال ہی دکھائی دیتی ہیں۔ ہمارے بزرگوں کی خانقاہیں آج کل کی بڑی سے بڑی یونیورسٹی سے بھی بڑھ کر تھیں اور وہاں سے لوگ زیورِ تعلیم سے بھی اور اخلاق کے زیور سے بھی مالا مال ہوتے تھے۔

لنگر وغیرہ کا یہ انتظام یقیناً ایک خاص مقصد کے تحت ہی ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح علماء و طلباء کو معاشی تفکرات سے آزاد کر کے جب درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے لئے تیار کیا جاتا تھا تو ان میں دنیاوی مال و دولت کی کوئی بھی قدر و قیمت نہیں رہ جاتی تھی یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کی خانقاہوں میں دور نزدیک سے لوگ دیوانہ وار کھینچے چلے آتے تھے۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اتباع سنت کا حد درجہ خیال رکھا کرتے تھے اور اپنے پاس آنے والوں سے اور اپنے مریدوں وعقیدت مندوں سے بھی شریعت کی اتباع کی سختی سے تلقین کرتے تھے اس زمانہ میں صوفیاء کے بعض طبقات میں قدرے بداعمالیاں پیدا ہونا شروع ہو چکی تھیں آپ نے فوری طور پر ان کی بھی اصلاح کی کوشش کی اور گاہے بہ گاہے ان سے ملاقات کر کے ان کو راہِ ہدایت سے روشناس کراتے۔ اسی طرح آپ اکثر و بیشتر علمائے کرام کو بھی بلواتے اور ان کو نصیحت فرماتے۔

سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کی طرح آپ بھی مختلف مذاہب کے لوگوں سے محبت اور شفقت فرماتے اور اپنے عقیدت مندوں سے فرماتے کہ تم لوگ

اپنے نظریات کو درست رکھو اور شریعت' تمدن اور مذہب پر قائم رہو مگر دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بھی رواداری اور اچھے برتاؤ کی روش اختیار کرو۔

آپ کی خدمتِ اقدس میں اکثر والیانِ ریاست و حکام اور امراء بھی حاضر ہوتے۔ اکثر اوقات یوں بھی ہوتا کہ جب والئ ریاست اپنی گدی پر بیٹھتا تو پگڑی آپ سے بندھواتا تھا۔ اسی طرح جب والئ ریاست بہاولپور نواب صادق محمد خان کا وصال ہوا تو نواب رحیم یار خان' بہاول خان ثالث کے نام سے والئ ریاست ہوئے۔ اس موقع پر آپ کو خصوصی طور پر احمد پور شرقیہ لے جایا گیا تھا۔

یعنی عوام الناس اور خواص بھی یکساں آپ کی محبت میں والہ و شیدا تھے اور ہر نیک موقع پر ان کی نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتیں تھیں۔ آپ کی خدمت اقدس میں افغانستان کا بادشاہ دوست محمد خان اور پنجاب' سرحد اور دیگر علاقوں کے نواب و امراء کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ ان کی اصلاح فرماتے اور لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کی تلقین فرماتے۔

آپ کا وصالِ مبارک ۷ صفر ۱۲۶۷ھ بمطابق ۱۸۵۰ء کو ہوا۔ آپ کا مقبرۂ نواب آف بہاولپور نے ذاتی توجہ سے تعمیر کروایا۔ آپ کے خلفائے عظام کی تعداد بہت زیادہ تھی جس کا تعین ناممکن ہے۔ مگر آپ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ آپ کے پوتے تھے اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت شہرت حاصل کی۔

حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ عزیز ترین مرید و خلیفہ تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے اور صاحبِ وجد و سماع بزرگ تھے۔ آپ کے پاس لاتعداد لوگ حاضر ہوتے اور فیضِ رحانی سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ کا مدرسہ اور خانقاہ اپنی مثال آپ تھے۔

سندھ و پنجاب کے اکثر علاقوں میں آپ نے سلسلہ چشتیہ کی ترویج کی اور آپ کے مریدین نے بہت سی خانقاہیں قائم کیں۔ آپ کے علمی تبحر' پابندی شرع' بزرگانہ شفقت اور اخلاق و مروت کا دور و نزدیک بہت شہرہ تھا۔ آپ کی خدمتِ عالیہ میں لوگ دور دور سے نہایت عقیدت و احترام سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ کی کوششوں سے پنجاب کے اکثر علاقوں سے لوگ حصول تعلیم کے لئے آپ کے مدرسہ میں حاضر ہوتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی بھی آپ ہی کے مدرسہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے جب انہوں نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔

کوٹ مٹھن میں آپ نے نہایت ہی عالیشان مدرسہ قائم کیا جس میں ظاہری و باطنی علوم کی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی آپ خود بھی درس دیا کرتے تھے۔ اس مدرسہ میں جید علماء و اساتذہ باقاعدہ درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک تھے اور انہیں ہر ماہ تنخواہ ملتی تھی۔ اس کے مدرسہ اور خانقاہ میں کھانے کا بہت معقول اور انتظام تھا یعنی لنگر کا وسیع نظام موجود تھا۔

احکامِ شریعت اور اتباع سنت میں آپ مبالغہ کی حد تک سخت تھے اور اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کو بھی یہی تاکید و تلقین کرتے تھے۔ روایت ہے کہ وصال سے کچھ عرصہ قبل نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی جس میں آپ سے فرمایا کہ "تم نے ہمیں خوش کیا کہ ہماری تمام سنتوں کو زندہ کر دیا۔"

آپ تقریباً چار ماہ علیل رہے اور اسی علامت میں آپ کا وصال پاک ۸ رجب ۱۲۲۹ھ بمطابق ۱۸۱۴ء کو ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند خواجہ احمد علی سجادہ نشین ہوئے جنہوں نے ۹ شعبان ۱۲۳۱ھ بمطابق ۱۸۱۶ء کو وفات پائی۔ ان کے بعد میاں خدا بخش سجادہ نشین ہوئے جنہوں نے کوٹ مٹھن سے چاچڑاں شریف میں آ کر رہائش اختیار کر لی آپ کا وصال ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۶۹ھ بمطابق ۱۸۵۲ء کو ہوا۔

میاں خدا بخش کے بعد مولانا غلام فخر الدین سجادہ نشین ہوئے جنہوں نے ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۸ھ بمطابق ۱۸۷۱ء کو وصال پایا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم خلفاء میں ہوتا ہے۔ اپنے زمانہ میں آپ وحدت الوجود کے سلسلہ میں ایک قابل شخصیت تھے۔ آپ بلاشبہ علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ قرآنِ کریم

کے حافظ تھے اور مجاہدانہ صفات کے حامل تھے۔ آپ کو عارف کامل بھی کہا جاتا تھا۔ آپ صاحب وجد و سماع تھے۔ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے خاصہ شغف رکھتے تھے۔

ان سب خصوصیات و کمالات کے باوجود آپ حسن اخلاق کا اعلیٰ ترین کا مجسمہ نظر آتے تھے۔ آپ کی شفقت چھوٹوں پر حد درجہ تھی۔ آپ کا کلام یعنی گفتگو مختصر مگر جامع ہوا کرتی تھی کوئی بھی فضول بات یا غیر متعلق بات آپ کرتے ہی نہیں تھے۔ آپ کا ہر فقرہ حکمت و دانائی اور معرفت کا گویا خزینہ ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ملتان میں تعیناتی اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ فخر الدین دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے کی تھی۔ اس سلسلہ میں مناقب المحبوبین میں درج ہے کہ

''ایک دن حضرت شاہ فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت خواجہ نور مہاروی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے اور حافظ صاحب بھی تھے۔ اس بات کا ذکر چھڑ گیا کہ ملتان میں شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کے سامنے کسی ولی کا تصرف کام نہیں آتا۔ مولانا صاحب نے فرمایا ''میاں نور محمد! اب تک ملتان بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت تھی لیکن اب ملتان ہمارے حوالہ کر دیا گیا ہے۔ لازم ہے

کہ تم وہاں اپنا کوئی مرید بھیجو جو وہاں اپنا تصرف کرے۔''

چنانچہ حضرت خواجہ نے دہلی سے واپس آکر حافظ محمد جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملتان بھیجا۔ جنہوں نے خانقاہ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ میں بیٹھ کر خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کو مرید کیا۔ آپ نے ملتان میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا جو کہ علوم ظاہری و باطنی کا یکساں انداز کا مرکز اعلیٰ تھا۔ آپ خود بھی وہاں درس دیا کرتے تھے اور اساتذہ کی نگرانی بھی فرمایا کرتے تھے۔ قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خواجہ گل محمد احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مدرسہ میں جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا تھا۔

عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نے جہاد میں بھی حصہ لیا اور سکھوں کے خلاف بڑی بے جگری سے داد شجاعت دی۔ جب سکھوں نے یکے بعد دیگرے متعدد حملے ملتان شہر پر کئے تو آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ میدان جنگ میں موجود ہوتے تھے۔ آپ ایک بہترین عالم دین تھے اور ایک بہترین تیر انداز بھی تھے۔ قلعۂ ملتان کے برج میں بیٹھ کر آپ سکھوں پر تیر برساتے۔ بہت سے لوگ آپ سے تیر چلانے کی تربیت بھی حاصل کرتے تھے۔

اتباع شریعت میں آپ اپنے بزرگوں کی تعلیمات کا گویا کامل عکس تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے ''معرفت حق کا بہترین طریقہ وہ ہے کہ جو مشائخ کا ہے اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے اور وہ

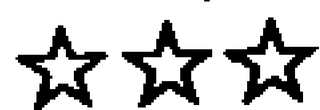
ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھنے کا ہے اور اس پر قائم رکھنے کا اور باطن کو خراب عادتوں سے صاف کرنے کا ہے۔"

حافظ جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پاک ۵ جمادی الاولی ۱۲۲۶ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ اقدس اسی حجرہ میں بنایا گیا جہاں پر رہتے تھے۔ آپ کی اولاد نہ تھی چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ ملتان خیر پوری کو سجادہ نشین بنایا گیا۔



ارشاداتِ عالیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ہر کام کا دارومدار صرف ایمان پر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی استقامتِ ایمان کے بعد ہی ہے۔ چاہے کوئی جمعۃ المبارک کو فوت ہو یا رمضان المبارک کو۔



حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک روز دریافت کیا کہ مرضِ نفسانیت کی بھی کوئی دوا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ دوا تو بہت سی ہیں ہاں اگر کوئی کرے تو لیکن سب لوگ اپنے آپ کو زبان سے ہی مریض کہتے ہیں مگر علاج کروانے کے طالب نہیں ہوتے حالانکہ طبیب موجود ہیں۔



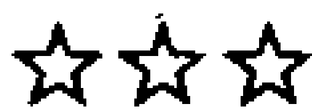
حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شیخ و مرشد طالب کو ذکر و فکر و اشغال و اوراد کی تلقین کرتا ہے مگر جب وہ ان کو قضا کرتا ہے تو شیخ بھی اسے نہیں پہچانتا۔ چاہے وہ بہت مدت تک بھی ان کے پاس کیوں نہ

بیٹھا ہو۔ (یعنی چاہے وہ کتنا ہی قریبی مرید ہی کیوں نہ ہو)

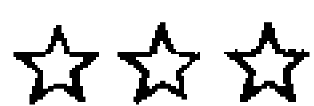


حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے پیرو مرشد کو لکھا کہ اکثر پنجاب کے لوگ تعویز کے لئے آتے ہیں کیا حکم ہے؟ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "کام تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم لکھ کر دے دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ خود ہی سب ٹھیک کر دے گا۔ تم فکر نہ کرو۔"

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کا ایک فائدہ تو نقد ہے کہ سائل اک دم خوش ہو جاتا ہے اور اسے تسکینِ خاطر ہو جاتی ہے۔



حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سالک کی قابلیت و ذمہ داری کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ اگر سالک ہمیشہ اپنے شیخ کی خدمتِ اقدس میں اپنے آپ کو نوآمد یعنی نیا آنے والا دن تصور کرے اور ہر دن کو پہلا دن ہی تصور کرے تو وہ یقیناً اپنے مقصد کو حاصل کر لے گا اور اگر وہ دنوں کا شمار کرے یعنی دوسروں کو دوسرا دن خیال کرے تو وہ تباہی میں گرفتار ہو جائے گا۔



مریدین کی تربیت کی خاطر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ یوں ارشاد فرمایا کہ طالب کو چاہیئے کہ شیخ کے حضور میں خاموش و باادب بیٹھے اور کوئی بھی فضول بات ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ جتنی مشکلات صحبتِ شیخ میں حل ہوتی ہیں' اتنی مجاہدوں و ریاضتوں میں حل نہیں ہوتیں۔

☆☆☆

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''فقرات'' ہاتھ لے کر حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے اور مجھے کتاب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ کتاب تمہارے بہت کام آئے گی' اس کا مطالعہ خوب کرنا کیونکہ اس میں بہت جذبہ ہے۔

☆☆☆

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک روز حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ''میں نے ایک مرتبہ سفر میں ایک ہندو کو دیکھا کہ اس کے پاس ضرورت کی ہر شے ہر وقت موجود ہوتی تھی اور اس میں سے وہ جتنی چاہتا خرچ کرتا تھا۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ یہ عمل میں نے بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے۔ اگر آپ براہِ کرم میرے گھر تشریف لائیں تو اس عمل کے موکلوں کو آپ سے آشنا کرادوں۔ میں نے جواب دیا کہ جملہ اوراد قرآن پاک میں موجود ہیں ہمیں تم سے کیا حاجت ہوسکتی ہے۔''

یعنی تمام تر اعمال تو قرآن کریم فرقان حمید میں موجود ہیں پھر ہمیں کسی غیر مسلم سے کسی عمل کے حصول کی تمنا کیونکر ہوسکتی ہے۔ مگر بات تو یہ ہے

کہ قرآن کریم میں سے ان اعمال کو نکالنے والا بھی تو ہونا چاہیئے کیونکہ ہر کس و ناکس تو یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔

☆☆☆

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ شخصیت پر جب اللہ تعالیٰ کی عنایات وارد ہونے لگیں تو انہوں نے یہ چاہا کہ خلوت میں چلا جایا جائے تاکہ نعمت میں ترقی ہو۔ مگر ہوا یہ کہ صرف اس خلوت گزینی سے ان کی واردات ہی منقطع ہوگئی۔ کسی نے دریافت کیا کہ واردات اور نعمت کے فقدان کا باعث کیا ہوا؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ نزولِ نعمت محض عنایتِ ازلی اور فضلِ لم یزلی ہے مگر اس بزرگ نے خلوت گزینی کو باعثِ ترقی خیال کیا اور اپنی تدبیر کو اس میں داخل کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اس مقام سے ہی محروم ہوگیا۔

☆☆☆

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ یوں ارشاد فرمایا کہ فقراء کا کام تو ہر کسی کو نیک بات کہنا اور دُعا دینا ہے۔ آگے جو کسی کے مقدر میں ہے ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے کام میں تو کسی نبی یا ولی کو دخل نہیں ہو سکتا۔ وہ تو خداوندِ عالم میں اپنا کام کبھی جمال میں کرتے ہیں اور کبھی جلال سے۔

☆☆☆

حضرت خواجہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب کنوئیں چلنے کی آواز سنتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ لوگ ساری رات کنواں چلاتے ہیں اور رات بھر

جاگتے ہیں اور یہ سب بیداری و زحمت صرف چند دنوں کے لئے ہے اور وہ بھی اگر فصل آفاتِ سماوی سے بچ رہے تو غنیمت ہے مگر افسوس کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی خاطر کوئی بھی شخص اتنی شب بیداری اور محنت و مشقت نہیں کرتا۔

البتہ جو لوگ شب بیدار رہ کر راہِ سلوک پر چلتے ہیں وہ لوگ ہی حق تعالیٰ کی عنایت سے مقصودِ حقیقی تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی بھی محروم نہیں رہتے۔

